ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
46
www.tanzeem.org
16 تا 22 ربیع الاوّل 1439ھ/ 5 تا 11 دسمبر 2017ء

یہ غفلت آخر کب تک!

اے بے خبرو! یاد رکھو کہ زندگی کی خواہش ہے تو مشکلات سے گھبرانا لاحاصل ہے، کیونکہ مشکلیں زندہ اور متحرک انسانوں ہی کے لیے ہیں، ایک بے روح لاش کے لیے نہیں ہیں۔ آرام کی خواہش ہے تو اس کی سب سے بہتر جگہ قبر ہے۔ بیٹھے رہو گے تو یقیناً ٹھوکر نہیں لگے گی، پر جب چلو گے تو ٹھوکریں کھانا ضروری ہیں۔

غفلت وسرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکیں، اب خدا کے لیے بسترِ مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھئے کہ آفتاب کہاں نکل آیا ہے۔ آپ کے ہم سفر کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں؟ یہ نہ بھولیے کہ آپ اور کوئی نہیں، بلکہ ''مسلم'' ہیں اور اسلام کی آواز آپ سے آج بہت سے مطالبات رکھتی ہے۔ کب تک اس دین الٰہی کو اپنے اعمال سے شرمندہ کیجیے گا، کب تک دنیا کو اپنے اوپر ہنسایئے گا اور خود نہ روئیے گا اور کب تک اسلام کی قوت کا خانہ خالی رہے گا؟ اگر مصائب کا تازیانہ غفلت کی ہوشیاری کا ذریعہ ہے تو کون سے مصائب ہیں جن کا آپ پر نزول نہیں ہو چکا ہے؟

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

عالمی منظر نامہ
سالانہ اجتماع 2017ء میں امیر محترم کا اختتامی خطاب
اہلیہ محترمہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا رفقاء تنظیم اسلامی کے لیے پیغام
مطالعۂ کلامِ اقبال
متحدہ مجلس عمل کی بحالی امکانات: توقعات اور خدشات
الحذر......الحذر
رسول اللہ ﷺ سے محبت کا معیار
جھوٹ
فریضۂ امت: انسانیت کی بھلائی

الھدیٰ (781)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سب اللہ کی مخلوق ہے

سُوْرَۃُ مَرْیَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 93 تا 95

اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿ؕ۹۳﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰہُمۡ وَ عَدَّہُمۡ عَدًّا ﴿ؕ۹۴﴾ وَ کُلُّہُمۡ اٰتِیۡہِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾

آیت ۹۳ ﴿اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿۹۳﴾﴾ ’’نہیں ہے کوئی آسمانوں اور زمین میں مگر وہ آئے گا رحمٰن کے حضور بندے کی حیثیت سے۔‘‘

ہر انسان‘ کسے باشد! اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایک مطیع فرمان بندے کی حیثیت سے پیش ہو گا۔ حضور ﷺ بھی ایک بندے کی حیثیت میں اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ ہم آپ ﷺ کو عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ کہتے اور مانتے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: لِوَاءُ الۡحَمۡدِ بِیَدِیۡ کہ اس روز میدانِ حشر میں حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ حضور ﷺ اللہ کی عدالت میں کھڑے ہو کر اس کی حمد بیان کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس روز میں اللہ کی جو حمد بیان کروں گا وہ آج بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس روز ہر کوئی اللہ کے حضور اللہ کا بندہ بن کر حاضر ہو گا۔ اس میں کسی کو کوئی استثناء حاصل نہیں ہو گا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا جائے گا: ﴿یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ﴾ (المائدۃ: ۱۱۶) ’’اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنا لینا‘ اللہ کے سوا؟‘‘

آیت ۹۴ ﴿لَقَدۡ اَحۡصٰہُمۡ وَ عَدَّہُمۡ عَدًّا ﴿۹۴﴾﴾ ’’اُس نے ان سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور پوری پوری گنتی کر رکھی ہے۔‘‘

ان میں سے ایک ایک اس کی نظر میں ہے۔ وہ سب انسانوں کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی ایک فرد بھی اس سے بچ کر کہیں اِدھر اُدھر نہیں ہو سکے گا۔

آیت ۹۵ ﴿وَ کُلُّہُمۡ اٰتِیۡہِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾﴾ ’’اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے۔‘‘

اس دن ہر فرد کا محاسبہ ذاتی حیثیت میں ہو گا۔ نہ ماں باپ ساتھ ہوں گے‘ نہ اولاد‘ نہ بہن بھائی۔ نہ شوہر کے ساتھ بیوی اور نہ بیوی کے ساتھ شوہر۔ نہ کوئی حمایتی‘ نہ مددگار‘ نہ کوئی سفارشی۔ ہر طرف نفسی نفسی کا شور ہو گا‘ ہر شخص کو فکر ہو گی تو صرف اپنی جان کی!

اللہ تعالیٰ کا اجتماعی عذاب جو قوموں پر آتا ہے وہ صرف دنیا میں آتا ہے‘ آخرت کا عذاب فرداً فرداً ہو گا۔ یعنی قوموں کا اجتماعی محاسبہ دنیا میں کیا جاتا ہے جبکہ آخرت میں ہر شخص کا محاسبہ اس کی ذاتی اور انفرادی حیثیت میں ہو گا۔

فرمانِ نبویؐ

چار چیزوں پر ایمان

عَنۡ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((لَا یُؤۡمِنُ عَبۡدٌ حَتّٰی یُؤۡمِنَ بِاَرۡبَعٍ یَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیۡ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ بَعَثَنِیۡ بِالۡحَقِّ وَیُؤۡمِنُ بِالۡمَوۡتِ وَبِالۡبَعۡثِ بَعۡدَ الۡمَوۡتِ وَیُؤۡمِنُ بِالۡقَدَرِ)) (متفق علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں اس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، موت پر ایمان لائے، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور تقدیر پر ایمان لائے۔‘‘

تشریح: موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے جو اپنے معین وقت پر ختم ہو جائے گی۔ اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ایک دن فنا ہو جائے گا۔ موت کا ایک دن مقرر ہے اور وہ خداوند کے حکم سے آتی ہے۔ کوئی بیماری، حادثہ یا تکلیف موت کا حقیقی سبب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں بادی النظر میں ظاہری اسباب ہوتے ہیں۔ کسی انسان کی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس کا حکم ہوتا ہے زندگی رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے موت بھیج کر زندگی ختم کر دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادار یہ
مرزا ایوب بیگ

عالمی منظر نامہ

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2017ء میں مدیر ندائے خلافت نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کے حوالے سے مفصل گفتگو کی۔ جگہ کی قلت کے پیش نظر اس تقریر کا صرف بین الاقوامی حالات پر مشتمل ابتدائی حصہ اداریے کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

میری یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ میں آپ کے سامنے ملکی اور عالمی حالات کی کیفیت پیش کروں۔ گزارش یہ ہے کہ تفصیلات بہت طویل ہیں اور وقت بہت کم ہے لہٰذا میں صرف اہم ایشوز پر ہی بات کروں گا۔ رفقاءِ گرامی! میں نے گزشتہ سال سالانہ اجتماع میں سپریم پاور آف دی ورلڈ یعنی امریکہ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ کمزور پڑنا شروع ہو چکا ہے۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس کا بعض تجزیہ کاروں نے اُس وقت یقیناً مذاق اُڑایا ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کا ہمیں خواہی نخواہی اعتراف کرنا ہوگا کہ امریکہ ایک ایسی سپریم قوت ہے جو معلوم انسانی تاریخ کی طاقتور ترین سپریم پاور ہے لیکن سال بھر میں میری اِس بات کی کئی قلمکاروں نے تصدیق کی۔ ایک سال میں کمزوری مزید بڑھی ہے لیکن کوئی اِس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ یہ سپریم پاور یعنی امریکہ جلد ڈھیر ہو جانے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو بھی اِس بات کا مکمل ادراک ہے اور وہ بھرپور کوشش کر رہا ہے اور بڑی جارحانہ انداز میں کر رہا ہے کہ وہ اپنی اِس عالمی بالادستی کو قائم رکھے بلکہ اس کمزوری کو مزید طاقت میں بدل دے۔ اس سال میں چین اور روس زیادہ قریب آئے ہیں اور امریکہ کی اِس عالمی بادشاہت کو چیلنج کرتے نظر آئے ہیں۔ آیئے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امریکہ نے عسکری لحاظ سے اپنی اس عالمی حیثیت کو کیسے قائم رکھا ہوا ہے۔

امریکہ نے اپنے فوجی کنٹرول کے لیے دنیا کو جغرافیائی طور پر چھ حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے:

(1) CENTCOM (Central Command) اس میں مڈل ایسٹ اور ساؤتھ ایشیا شامل ہیں۔ اس کا ہیڈ کوارٹر فلوریڈا میں ہے۔

(2) AFRICOM (African Command) اس میں تمام افریقہ اور مصر ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر جرمنی میں ہے۔

(3) EUCOM (European Command) اس میں یورپ اور روس شامل ہیں۔ اِس کا ہیڈ کوارٹر بھی جرمنی میں ہے۔

(4) NORTHCOM (Northern Command) جس میں امریکہ، کینیڈا، میکسیکو، ویسٹ انڈیز وغیرہ شامل ہیں۔

اس میں صرف نارتھ امریکہ کے ممالک اور ہیڈ کوارٹر بھی امریکہ کی ریاست Colorado میں ہے۔

(5) PACOM یعنی (Pacific Command) اس میں چین، فلپائن، تھائی لینڈ، جاپان، انڈونیشیا، ملائیشیا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور ہوائی کا جزیرہ شامل ہے۔ پرل ہاربر کا اڈہ ہوائی میں ہے، جہاں جاپانیوں نے دوسری عالمی جنگ میں حملہ کیا تھا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 ربیع الاوّل 1439ھ جلد 26
5 تا 11 دسمبر 2017ء شمارہ 46

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

(6) SOUTHCOM (Southern Command) یہ ساؤتھ امریکہ کے ممالک برازیل ارجنٹائن اور وینزویلا وغیرہ پر مشتمل ہے۔

امریکہ کا یہ پھیلاؤ درحقیقت ساری دنیا پر نظر رکھنے کے لیے ہے جہاں کہیں معاملات اُس کی پالیسی یا ایجنڈے کے برعکس ہوں، وہاں مختلف ذرائع جن میں فوجی آپریشن بھی شامل ہے، اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اب آیئے اس بات کی طرف کہ امریکہ اپنی اِس بادشاہت کو قائم بلکہ دائم کرنے کے لیے کیا کارروائیاں کر رہا ہے اور چین اور روس اس کی کس طرح مزاحمت کر رہے ہیں۔ امریکہ نے ایٹمی اور غیر ایٹمی ممالک کے لیے الگ الگ پالیسی ترتیب دی ہوئی ہے وہ غیر ایٹمی ممالک میں اُس حکومت کو بدلنے یعنی (Regime Change) کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور اکثر کامیاب رہتا ہے جو اُس علاقے میں اُس کے ایجنڈے کی تکمیل میں حائل ہو اور ایٹمی ممالک سے کشمکش ہو تو وہ اُس علاقے میں کسی کو اپنا پولیس مین مقرر کرتا ہے اور اُس کے ذریعے اُس ملک کی ناکہ بندی کرتا ہے۔ مثلاً عرب سپرنگ یعنی عرب بہار کے ذریعے اُس نے مڈل ایسٹ اور مصر وغیرہ میں غیر ایٹمی ممالک کی حکومتیں تبدیل کر دیں۔ اور ایٹمی ممالک کے لیے ساؤتھ ایشیا میں بھارت کو اپنا پولیس مین مقرر کیا اور روس کے لیے نیٹو نے یورپ میں یہ کردار ادا کیا۔ مڈل ایسٹ میں اُس کا پولیس مین اسرائیل ہے البتہ اسرائیل کا معاملہ ایک حوالے سے الگ ہے کہ اُس نے اندرون امریکہ اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر معیشت اور میڈیا میں، جس کی وجہ سے امریکی سیاست پر اسرائیل کا آپ کہہ سکتے ہیں قبضہ ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ اقتصادی برتری کے بغیر فوجی برتری قائم رکھنا مشکل ہے۔ امریکہ کی عسکری قوت کو فی الحال فوری طور پر کسی زوال کا سامنا نہیں البتہ اُس کی اقتصادی حالت بہت بُری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ امریکہ ایک ایسا ملک ہے جہاں لیبر وغیرہ مہنگی ہیں لہٰذا دوسرے ممالک خصوصاً چین نے اُس کی بیرونی تجارت کو بُری طرح Hit کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ امریکہ کی عسکری قوت کو فی الحال کسی زوال کا سامنا نہیں لیکن اُسے اِس کی بڑی قیمت ادا کرنا پڑ رہی ہے۔ اس وقت ساری دنیا کے کُل دفاعی بجٹ سے امریکہ کا دفاعی بجٹ تین گنا زیادہ ہے جس سے امریکہ کی اقتصادی صورتِ حال بگڑ رہی ہے۔ آنے والے وقت میں خراب اقتصادیات عسکری زوال کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ امریکہ کی اب واحد نفع بخش انڈسٹری وار انڈسٹری ہے۔ امریکہ اپنی اِس انڈسٹری کو زندہ رکھنے کے لیے اور خود کو اقتصادی طور پر مستحکم کرنے کے لیے دنیا بھر میں بحران پیدا کرتا رہتا ہے۔ امریکہ نے عرب سپرنگ کے ذریعے مڈل ایسٹ کے کئی ممالک کے علاوہ مصر جیسے ملک کی حکومت بھی تبدیل کر دی، لیکن شام میں امریکہ کی اس کوشش کو روس نے آگے بڑھ کر ناکام کر دیا۔ بشار الاسد کی حکومت امریکہ نے ختم کرنا چاہی لیکن وہ آج تک قائم ہے۔ امریکہ شام پر اپنی مرضی کی حکومت قائم کر کے مشرقِ وسطیٰ میں روس کا واحد بحری اڈہ طرطوس ختم کرنا چاہتا تھا یہ تو نہ ہو سکا۔ لیکن وہاں امریکہ کی یہ خواہش تو پوری ہو گئی کہ مسلمان ایک دوسرے کا قتل عام کر رہے ہیں۔ امریکہ، بھارت، اسرائیل اور مغربی یورپ نے ایک اتحاد کی صورت اختیار کر لی ہے اور وہ دنیا بھر میں جارحیت کر رہے ہیں۔ خاص طور پر مسلمان ممالک اُن کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اُدھر چین اور روس کے قریب آنے سے امریکہ کو اپنے ایجنڈے کی تکمیل میں مزاحمت پیش آ رہی ہے۔ چین نے سی پیک جو کہ اُس کے One belt one Road (OBOR) منصوبے کا حصہ ہے۔ یعنی ون بیلٹ ون روڈ کے منصوبے کے ذریعے امریکہ کو وارننگ دی ہے کہ وہ اُس کے محاصرے کے اقدام سے باز رہے اگرچہ امریکہ کا یہ کہنا کسی حد تک درست لگتا ہے کہ سی پیک اور OBOR اقتصادی نہیں عسکری منصوبے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ چین امریکہ کو یہ اجازت کیوں دے کہ وہ آگے بڑھتا چلا جائے۔ اور اُس کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

امریکہ اور چین کے درمیان سنگین ترین مسئلہ South China Sea ہے۔ یہ 35 لاکھ کلومیٹر کا علاقہ ہے جہاں ملاکہ اور تھائی لینڈ کی پانی کی گزرگاہیں ہیں۔ دنیا کی ایک تہائی تجارت اِس راستے سے ہوتی ہے جس کا حجم تین ٹریلین ڈالر ہے اس کی سمندری تہہ میں Oil & Gas کے وسیع ذخائر ہیں وہاں سینکڑوں قدرتی جزیرے ہیں اور چین نے دو درجن مصنوعی جزیرے بھی بنا لیے ہوئے ہیں جنھیں چین نے نیول اڈے کی شکل دی ہوئی ہے۔ اس کی سمندری حدود ویت نام، فلپائن، سنگاپور، تھائی لینڈ، ملائیشیا اور انڈونیشیا سے لگتی ہیں۔ امریکہ ان ممالک کو اُکساتا رہتا ہے کہ وہ چین کے خلاف آواز اُٹھائیں امریکہ نے کئی مرتبہ چین کو جنگ میں الجھانے کی کوشش کی تاکہ چین کی اقتصادی قوت بہت زیادہ نہ بڑھ جائے۔ علاوہ ازیں چین کا محاصرہ ممکن ہو سکے۔ افغانستان میں امریکہ اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے لیکن پیچھے ہٹ جانے کی لیے تیار نہیں۔ ٹرمپ نے اپنی صدارتی انتخابی مہم میں وعدہ کیا تھا کہ وہ افغانستان سے فوج نکال لے گا لیکن اپنے وعدہ کے برعکس وہاں مزید فوج بھیج دی ہے۔ الحمدللہ! افغان طالبان نے بھی اپنی کارروائیوں میں اضافہ کیا ہے اور گزشتہ چند ماہ میں اپنے دشمن کو شدید ضربیں لگائی ہیں۔ اللہ کی اپنی حکمتیں ہیں۔ وہ روس جو گزشتہ صدی افغانستان پر چڑھ دوڑا تھا اور مجاہدین سے جنگ کی تھی آج

افغان طالبان کی کسی نہ کسی صورت میں مدد کر رہا ہے۔ یہ بات بڑی اطمینان بخش ہے کہ پہلی مرتبہ یہ ہوا ہے کہ افغان طالبان نے جن علاقوں پر اپنے قبضہ کا دعویٰ کیا اور باقاعدہ نقشہ پیش کیا، بی بی سی نے اُس کی تصدیق کی۔ اِس وقت افغانستان قبضہ کے حوالہ سے امریکہ اور افغان طالبان کے درمیان قریباً نصف نصف تقسیم ہے۔ صدر ٹرمپ نے چند ماہ پہلے اپنی افغان پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ جس کے چیدہ چیدہ نکات یہ تھے: (1) فوج میں اضافہ (2) صرف فتح۔ جمہوریت یا انسانی حقوق کا کوئی مسئلہ نہیں۔ (3) زیرِ زمین معدنیات پر قبضہ کر کے اپنے اخرجات پورے کیے جائیں۔ (4) ڈومور کہہ کر پاکستان سے مطالبات دہرائے گئے۔ (5) بھارت کا اہم کردار۔ اِن مطالبات پر غور فرمائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے یعنی پہلے جو افغانستان میں جمہوریت اور انسانی حقوق کا واویلہ مچایا جا رہا تھا وہ سب ڈھونگ تھا۔ اصل مقصد ہر صورت افغانستان پر اور اُس کے زیرِ زمین وسائل پر قبضہ کرنا تھا۔ علاوہ ازیں وسطی ایشیا کے تیل کے ذخائر پر نظر تھی۔ پھر یہ کہ بقول جنرل حمید گل مرحوم نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ یہی اصل مقصد تھا۔ پاکستان سے جواب ڈومور کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنی فوج افغانستان بھیجے جو افغان طالبان سے جنگ جیت کر ہمیں پلیٹ میں پیش کر دے اور ہمارا سپریم پاور ہونے کا بھرم رہ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نے جس طرح اپنے ملک سے دہشت گردی ختم کی ہے یہ وہ دہشت گردی تھی جسے بھارت، اسرائیل اور امریکہ مل کر سپورٹ کر رہے تھے اس پر وہ حیرت زدہ ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ افغانستان میں بھی پاکستان کی فوج ہی یہ کام کرے اس لیے کہ اس کام میں بہت جانی نقصان ہوتا ہے جسے برداشت کرنا امریکیوں کے بس کی بات نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان ابھی بلوچستان میں ہونے والی دہشت گردی ختم نہیں کر سکا جو افغانستان سے الگ ایک مسئلہ ہے۔ وہاں BLA دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہے جسے بھارت سپورٹ کر رہا ہے اور دوسری طرف بھارت خود کشمیر میں ریاستی دہشت گردی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اب پاکستان سے کشمیر میں کوئی در اندازی نہیں ہو رہی۔ کشمیر میں آزادی کی جنگ تو کبھی بھی ختم نہیں ہوئی تھی لیکن برہان وانی کی شہادت نے اس تحریک کو تیز تر کر دیا ہے اب بھارت سے بھی یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ کشمیر کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنا ہوگا یہاں عوامی ریلیاں، جلسے جلوس اور ہڑتالوں نے ریاست کشمیر کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور بھارت کی سات لاکھ فوج حریت پسندوں کے جذبے کو شکست دینے میں ناکام ہو چکی ہے لیکن بھارتی حکومت حقیقت کا ادراک کرنے کی بجائے پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہے اور اس حوالہ سے پاک بھارت جنگ خارج از امکان نہیں ہے، کیونکہ بھارت بوکھلاہٹ میں کوئی احمقانہ قدم اُٹھا سکتا ہے۔

سعودی عرب سے انتہائی خطرناک خبریں آ رہی ہیں۔ خصوصاً شہزادوں اور دوسرے اعلیٰ عہدے داروں کی گرفتاریوں نے تہلکہ مچا دیا ہے۔ یہ سب کچھ وہاں ٹرمپ کے یہودی داماد کے خفیہ دورے کے بعد ہوا۔ امریکہ اس علاقے میں حالات بگاڑنے پر تلا ہوا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کی تباہی والی حدیث کے عملی اظہار کا وقت قریب آ گیا ہے۔ سعودی عرب میں ان گرفتاریوں سے پہلے بھی بے چینی موجود تھی اب حکومت کے خلاف مختلف عناصر کے اکٹھے ہونے کا احتمال ہے جس سے انتشار پھیل سکتا ہے۔ لبنان ایک بار پھر بارود کی زد میں آتا نظر آ رہا ہے۔ سعد الحریری کے سعودی عرب میں آ کر وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دینا جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہے۔ اُدھر اسرائیل نے ڈیڑھ لاکھ نئی Settlements بنانے کا اعلان کر دیا ہے۔ مسلمان ممالک میں صرف ترکی کے اُردگان کو صورتِ حال کا صحیح ادراک ہے وہ ہمت کر کے امریکہ اور اُس کے حواریوں کو للکار رہا ہے۔ ترکی کا امریکہ سے دور ہونا اور روس کے قریب جانا ناقابلِ یقین ہے بہر حال یہ ایک حقیقت ہے لیکن ترکی ابھی نیٹو کا ممبر ہے اور اُسے اِس جال سے باہر نکلنا ہوگا۔ ہمارے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

جہاں تک ایران کا تعلق ہے وہ علاقے میں اپنی بالا دستی چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ چاہتا ہے کہ امت مسلمہ کو سعودی عرب کی بجائے ایران لیڈ کرے۔ اِسی وجہ سے اُس نے کئی محاذ کھولے ہوئے ہیں یمن اور شام کی جنگ میں باقاعدہ حصہ لے رہا ہے اور پاکستان کے مقابلے میں بھارت سے اپنے تعلقات بہتر کر رہا ہے اور چاہ بہار کو گوادر کا نعم البدل بنانا چاہتا ہے۔ بھارت اور افغانستان کے درمیان لنک بھی چاہ بہار کے توسط سے ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی خام خیالی ہے کہ چاہ بہار لنک کی وجہ سے پاکستان کو افغانستان میں غیر مؤثر کیا جا سکتا ہے۔ آخری اور طے شدہ بات یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کا پہلا ٹارگٹ عرب اور دوسرا پاکستان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ممالک اللہ اور رسول کے مجرم بھی ہیں کیونکہ عربوں کی زبان میں قرآن نازل ہوا لیکن اُنہوں نے اسے نافذ کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ روز بروز اُس سے دور ہو رہے ہیں اور مسلمانانِ پاکستان اسلام کے نام پر ملک حاصل کر کے اپنے وعدے سے منحرف ہو چکے ہیں اللہ کرے کہ اس سے پہلے کہ اللہ کی بے آواز لاٹھی عرب اور پاکستان کے مسلمانوں پر برسے وہ صراطِ مستقیم اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں اور وہ ان کا پشتیبان اور سہارا بن جائے۔ بچ جانے کی یہی واحد صورت ہے۔

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2017ء میں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا اختتامی خطاب (کسی قدر حک و اضافے کے ساتھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا صد ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات یعنی انسان بنایا' اور احسان در احسان یہ کہ مسلمانوں میں پیدا کیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بننے کا شرف عطا فرمایا اور دین کے تقاضوں کا واضح اور جامع شعور عطا فرمایا۔ بانیٔ محترم جیسے بے لوث اور قرآن میں غوطہ زن دینی رہنما ہمیں عطا فرمائے۔ بانیٔ محترم کے ذریعے دینی ذمہ داریوں اور تقاضوں کا واضح اور جامع تصور ہم پر منکشف اور واضح فرمایا۔ بانیٔ محترم کے ذریعے قرآن حکیم جو کہ حبل اللہ ہے اور جو اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے' اس عظیم نعمت کے ساتھ ایک علمی، قلبی اور جذباتی تعلق ہمارے اندر موجزن کر دیا' اور بانیٔ تنظیم کی پکار ''من انصاری الی اللہ'' کے جواب میں بیعت کی منصوص اور مسنون اساس پر ایک دینی جماعت جس کا قرآنی نام یا عنوان ''حزب اللہ'' ہے' کا رکن/ حصہ بننے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائی اور اس حزب اللہ کے ذریعے اللہ کے دین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اعلیٰ ترین عادلانہ نظام کے غلبہ و قیام کی جدوجہد میں شمولیت کا شرف عطا فرمایا۔

اللہ رب العزت کے ان تمام عظیم احسانات کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ اپنے ہم اندر حزب اللہ کے اوصاف پیدا کریں۔ اس تناظر میں ''اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ'' کے قرآنی الفاظ کا سہارا لیتے ہوئے عرض کروں گا کہ بلاشبہ سب سے بڑھ کر شکر تو ہمیں ہر صورت اللہ ہی کا ادا کرنا ہے اور پھر دینی و فکری حوالے سے جس شخص نے ہمیں قرآن حکیم سے جوڑا اور دینی ذمہ داریوں اور تقاضوں سے آگہی میں ہمارے مربی اور عظیم محسن کا کردار ادا کیا' اس کا شکر ادا کرنا یعنی ان کی وفات کے بعد اب ان کے حق میں مسلسل دعائے خیر کو اپنا معمول بنانا ہم سب پر لازم ہے۔ اس لیے کہ میرے لیے تو وہ محض فکری و معنوی ہی نہیں' حقیقی والد کا درجہ رکھتے ہیں جبکہ دیگر تمام رفقاءِ تنظیم کے حوالے سے انہیں فکری و معنوی والد کا مقام حاصل ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

مرتب: ابو ابراھیم

اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمتِ دینی و قرآنی کو اتنی پذیرائی عطا فرمائی ہے کہ آج ان کی وفات کے 7 برس بعد بھی ان کی زبان سے قرآن کا پیغام اور دینی افکار کی ترویج و اشاعت بھرپور طور پر جاری ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ آج بھی اللہ تعالیٰ نے بانیٔ محترم کی پُرتاثیر اور forceful زبان سے قرآن کے پیغام کو بہت وسیع پیمانے پر پھیلانے کا انتظام کر رکھا ہے' جس کی ایک نہایت اہم مثال Peace TV کے ذریعے بانیٔ محترم کی زبان سے ''بیان القرآن'' کی نشر و اشاعت ہے۔ بہرکیف آج بھی لاکھوں افراد براہ راست بانیٔ محترم کی زبان سے قرآن کا پیغام اہتمام سے سنتے ہیں۔

بلاشبہ وہ ہم سب کے لیے ایک عظیم محسن کا درجہ رکھتے ہیں۔ غلبہ و اقامتِ دین کے عظیم مشن کے ساتھ ان کی کمٹمنٹ مثالی تھی۔ انہیں اللہ نے دینی بصیرت اور دینی شعور بھی بے پناہ عطا فرمایا تھا اور زبان و بیان کی غیر معمولی صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔ تاہم' وہ ایک انسان تھے۔ معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ بعض خالص علمی نوعیت کے issues میں ان کی کسی رائے سے جزوی یا کلی اختلاف کیا جا سکتا ہے' اور اس امر کا واضح الفاظ میں اعلان وہ مختلف مواقع پر فرماتے رہے' کہ بعض خالص علمی (academic) ایشوز میں ان کی آراء سے اتفاق کرنا رفقاءِ تنظیم کے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ وفات سے چند روز قبل فیصل آباد کے تربیتی اجتماع میں تنظیمی ذمہ داران کی ایک بڑی تعداد کے سامنے انہوں نے برملا اس بات کا اظہار فرما دیا تھا' اور تین امور کا وضاحت سے ذکر بھی فرمایا تھا کہ ان میں بانیٔ تنظیم کی رائے سے اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے: (i) مسئلہ وحدت الوجود (ii) مسئلہ ارتقاء (iii) اسی طرح ملکی سیاست پر اگرچہ ان کی نگاہ بڑی گہری تھی، تاہم وہ خود فرماتے تھے کہ سیاسی حوالوں سے ان کی آراء سے اتفاق رکھنا لازم نہیں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلَہٗ وَارۡحَمۡہُ و اَدۡخِلۡہُ فِیۡ رَحۡمَتِکَ وَ حَاسِبۡہُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا

رفقاءِ محترم! بانیٔ محترم نے اقامتِ دین کی جدوجہد کے حوالے سے ہماری علمی و فکری رہنمائی کے لیے تفصیلی لٹریچر مرتب فرمایا ہے۔ اس میں ''عزم تنظیم''، ''فرائض دینی کا جامع تصور''، ''اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت''، ''تنظیم اسلامی کا تعارف''، ''قراردادِ تاسیس اور اس کی توضیحات'' اور ''تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر'' وغیرہ بہت بنیادی اہمیت کی حامل کتب ہیں۔ تنظیم کے لٹریچر میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا اور بانیٔ محترم کے خطابات اور تصانیف کی صورت میں نہایت قیمتی علمی و فکری ہی نہیں بلکہ اہم عملی و تحریکی رہنمائی پر مشتمل

مضامین اور کتابیں تنظیم کے مستقل لٹریچر کا حصہ بنیں۔ ان میں دو کتابیں نہایت اہم اور قابل قدر ہیں:

1- منہج انقلاب نبویؐ 2- حزب اللہ کے اوصاف اور امیر و مامور کا باہمی تعلق

پہلی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کے مراحل کو سمجھنے کے حوالے سے کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ جدوجہد جسے ''رب کی دھرتی' رب کا نظام'' بھی کہا جا سکتا ہے' اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی جدوجہد ہے۔ اس کتاب کا اصل فوکس مراحلِ انقلاب کی علمی وضاحت اور ہر مرحلے کے حوالے سے عملی رہنمائی دینا ہے۔ انقلاب کے مراحل کون کون سے ہیں؟ ہر مرحلے کے حوالے سے سٹریٹیجی اور حکمت عملی کیا ہوگی؟ ہر مرحلے کے عملی تقاضوں کا واضح شعور؟ ان حوالوں سے یہ کتاب ایک کلیدی رول رکھتی ہے اور نہایت قیمتی علمی دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔

دوسری کتاب کا عنوان ہے: ''حزب اللہ کے اوصاف اور امیر و مامور کا باہمی تعلق۔'' اس کو منتخب نصاب نمبر 2 بھی قرار دیا گیا۔ یہ گویا تنظیمی زندگی کے ہر گوشے سے متعلق تفصیلی رہنمائی پر مشتمل ہے۔ خصوصاً تنظیم کے ارکان کے ذاتی اوصاف کیسے ہونے چاہئیں؟ اس کے معمولات کیا ہونے چاہئیں؟ ذاتی کردار کیسا ہونا چاہیے؟ ذاتی تعلق مع اللہ کی اس مرحلے پر کیا اہمیت ہے؟ تنظیم سازی کی بنیاد کیا ہو؟ رفقاء کے آپس کے تعلقات کیسے ہوں؟ دعوت کا ذریعہ کس کو بنایا جائے؟ دعوت کے کام میں کس کو مقدم رکھا جائے؟ مخالفت کی صورت میں رفقاءِ تنظیم کا طرز عمل کیا ہو؟ قرآن حکیم کے ساتھ ہر رفیق کا قلبی تعلق کس درجے کا ہو؟ تعلق مع اللہ کے لیے اسے کیسی اور کتنی کوشش کرنی چاہیے؟ امیر و مامور کے باہمی تعلقات کیسے ہوں؟ وغیرہ۔ یہ وہ رہنمائی ہے جو ہم سب کو ابتدائی مراحل میں درکار ہے۔ تنظیمی امور کے حوالے سے یہ سب سے زیادہ قیمتی رہنمائی ہے۔

رفقاءِ محترم! انقلاب کے بنیادی مراحل گنتی میں 6 ہیں۔ ان 6 میں سے پہلے 4 بیک وقت متوازی طور پر چلتے ہیں' side by side۔ یعنی دعوت' تربیت وتزکیہ (جہاد بالنفس)' تنظیم سازی اور صبر محض۔ یہ ابتدائی مرحلہ کب تک جاری رہے گا یا یہ مراحل کب تک جاری رہیں گے؟ آنحضورﷺ کی حیات طیبہ میں نبوت کے ابتدائی 15 برس تک اور حضرت نوحؑ کی حیات میں یہ 950 برس تک جاری رہے۔ بلکہ وہاں اگلا مرحلہ آیا ہی نہیں! قوم کے اس طرزِ عمل پر بالآخر پوری قوم کو طوفان میں غرق کر دیا گیا اور عبرت کا نشان بنا دیا گیا وہ چند لوگ جو ایمان لائے تھے، انہیں بچالیا گیا اور انہی سے آگے نسل انسانی کا تسلسل قائم ہوا۔ ہماری تحریک کے حوالے سے اگلا مرحلہ کب آئے گا؟ واضح رہے وحی کی رہنمائی ہمیں حاصل نہیں ہے۔ اب یہ ہمارا اپنا اجتہاد ہوگا۔ پاکستان کے طول وعرض اور مجموعی آبادی کو دیکھتے ہوئے بانیٔ محترم نے اگلے مراحل میں قدم رکھنے کے حوالے سے دو لاکھ committed افراد یعنی حقیقی معنوں میں ملتزم رفقاء کا ہونا لازمی قرار دیا تھا۔ دیکھئے ہمیں realistic ہونا چاہیے۔ موجودہ تعداد کیا ہے؟ committed افراد کتنے ہیں؟ سب بخوبی جانتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا ہے اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس جدوجہد کو اللہ کی نصرت کی امید میں جاری رکھنا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارا اصل کام' ہمارا اصل فوکس' ہماری priority اس پر ہو کہ ہمارے اندر حزب اللہ والے اوصاف پیدا ہوں۔ اگر ہم یہ کام نہیں کرتے تو ہم بزعم خویش ایک انقلابی پارٹی تو ہو سکتے ہیں' لیکن ''حزب اللہ'' نہیں بن سکتے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر ہم اپنے اندر ''حزب اللہ'' کے مطلوبہ اوصاف پیدا نہ کر سکے یعنی ذاتی تربیت وتزکیہ کی کم از کم شرائط کو پورا نہ کر سکے اور دعوت بذریعہ قرآن کے کام کو مؤثر طور پر انجام نہ دے سکے، مزید برآں تنظیم کے نظم سے وابستگی کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکے تو ہمارا شمار عام معنوں میں انقلابی پارٹی میں تو ہوسکتا ہے، ''حزب اللہ'' میں نہیں ہوگا' قطع نظر اس کے کہ ہمیں دنیا میں کامیابی نصیب ہو یا نہ ہو!

لہٰذا میری آپ سب سے تہہ دل سے گزارش ہے کہ ''حزب اللہ'' کا حصہ بننے کے اس ٹارگٹ کے حصول کو اپنی اولین ترجیح بنالیں اور اس کے تقاضوں کی ادائیگی میں سرگرم عمل ہو جائیں۔ بانیٔ محترم اسی مرحلے کو فرائض دینی کی سہ منزلہ عمارت کی تشریح میں پہلی اور اہم ترین منزل قرار دیتے تھے۔ جس کے لیے دینی اصطلاح ''عبادتِ رب'' یعنی رب کی مکمل غلامی اختیار کرنا ہے۔ اسی کا دوسرا نام جہاد مع النفس ہے، یعنی اپنے وجود پر اللہ کے دین کو قائم کرنے کی خاطر نفس سے مسلسل کشمکش۔ یاد رکھیے کہ اگر اس سطح پر ہم نے کوتاہی کا معاملہ کیا تو ہماری یہ تحریک بے جان جسد کی صورت میں رہے گی۔ لہٰذا نظم کے ذمہ داروں سے بھی میری گزارش ہوگی کہ تنظیمی اجتماعات اور بالخصوص مقامی تنظیموں کے ماہانہ تربیتی پروگراموں میں حزب اللہ کے اوصاف کے مذاکرے کو ترجیح دیں اور اس کی تکرار کو جاری رکھیں۔ اور تنظیم کا ہر رفیق بھی اپنی جگہ اپنے اندر حزب اللہ والے اوصاف پیدا کرنے کی شعوری جدوجہد کرے۔ میں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ اگر ہم اسی انداز میں اقامت دین کی جدوجہد کو آگے بڑھائیں گے تو آج بھی اگر موت آگئی تو ان شاء اللہ، اللہ کے ہاں ہمارا شمار مجاہدین اور شہداء میں ہوگا۔ اور اصلاً یہی ہمارا حاصل زندگی ہے۔ اللھم و فقنالھٰذا

رفقاءِ محترم! آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے اس سالانہ اجتماع میں عنوانات کا، مضامین کا اور خطابات کا ایک تنوع تھا اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ تنظیم وتحریک سے متعلق تمام اہم گوشوں کا احاطہ کر لیا جائے تاکہ ہمارے تنظیمی سفر کی ایک یاددہانی ہو جائے۔ یعنی اس اڑھائی روزہ اجتماع میں تمام ہی اہم مضامین دوبارہ ہمارے سامنے آجائیں۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے اس میں ہماری مدد کی ہے اور بہت حد تک کام پورا ہوا ہے۔ البتہ ایک گوشہ کسی قدر تشنہ رہ گیا تھا اور وہ ہے تحریک کا آخری مرحلہ۔ آخری مرحلہ آنحضورﷺ کی سیرت میں بڑا واضح ہے۔ وہ تو جہاد وقتال کا مرحلہ تھا۔ آنحضورﷺ کی جدوجہد میں یقینی طور پر قتال کا مرحلہ بھی شامل تھا۔ لفظ جہاد کے ساتھ بھی آپ دیکھتے ہیں کہ بالعموم تلوار کا نشان ساتھ ہی بنا ہوتا ہے، گویا جہاد اور تلوار لازم وملزوم ہیں۔ لیکن یاد رکھیے کہ جہاد تلوار کے بغیر بھی ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مکی دور میں ہاتھوں کو بندھے رکھنے کا حکم تھا۔ تلوار کے استعمال کی اجازت نہیں تھی۔ سارا زور قرآن کے ذریعے رب کا پیغام قریش مکہ تک پہنچانے پر تھا۔ سورۃ فرقان میں اسی جدوجہد کو ''جہاد کبیر'' قرار دیا گیا ہے۔ یہاں پاکستان میں ہمارا منہج بانی محترمؒ نے واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہم تلوار نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لیے کہ اس کی شرائط اتنی کڑی ہیں کہ وہ آج پوری نہیں ہوسکتیں، لہٰذا جہاد وقتال اس معنی میں کہ قوت کا استعمال ہتھیار کے ذریعے سے کیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہمارا منہج نہیں ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا منہج کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی اکرمﷺ نے غلبہ واقامت دین کے لیے جو لائحہ عمل اختیار فرمایا اس کے آخری مراحل میں ''جہاد بالسیف'' یعنی قتال فی سبیل اللہ کے ذریعے باطل نظام کو شکست دے کر جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو غالب وقائم فرمایا۔

پاکستان میں اس وقت جو دینی جماعتیں

غلبہ واقامت دین کے جدوجہد میں سرگرم عمل ہیں، وہ تقریباً سب کی سب جماعت اسلامی کی پیروی میں انتخابی سیاست کی راہ سے نفاذ اسلام کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ لیکن گزشتہ 70 سال کے تجربات بتاتے ہیں کہ یہ راستہ نفاذِ اسلام اور غلبہ دین کے لیے قطعی طور پر مؤثر نہیں ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اغیار کے اس پراپیگنڈا سے کہ ع ''بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے'' متاثر ہو کر آج ہمارے بہت سے مذہبی دانشور یہ کہنے لگے ہیں کہ تلوار صرف مدافعت میں اٹھائی گئی تھی، اور یہ کہ ہجرت کے نتیجے میں ہی دین اسلام غالب ہو گیا تھا۔ بانی محترمؒ نے اپنی تصانیف میں اس نکتے کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور قرآن کے واضح اشارات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ ہجرتِ مدینہ کے نتیجے میں مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ میسر آئی ہے اور ایک ایسا مرکز فراہم ہو گیا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے اصل مشن غلبہ دین کے لیے بہتر طور پر جدوجہد کر سکتے تھے اور بیت اللہ کو 360 بتوں کی نجاست سے پاک کرنے کے بہتر مواقع حاصل ہوئے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کے غلبہ وقیام کا آغاز فتح مکہ سے ہوا تھا، نہ کہ ہجرت مدینہ سے۔

چنانچہ ہمارا موقف یہ ہے کہ حضور ﷺ کی 23 سالہ جدوجہد کے پہلے دور یعنی دورِ مکی میں ہاتھ اٹھانے اور قوت کے استعمال کی اجازت نہیں تھی لیکن ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیے گئے اور 2 ہجری میں مسلمانوں پر قتال فرض کر دیا گیا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ﴾ (البقرۃ 216) ''(مسلمانو!) اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں گراں گزر رہی ہے۔''

یہ سب چیزیں بالکل واضح ہیں جن کا کسی صورت میں انکار کیا جا سکتا ہی نہیں۔ لیکن ہمارا معاملہ چونکہ اس لیے مختلف ہے کہ یہاں پاکستان میں ہمارا مقابلہ کفار سے نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اور بدقسمتی سے دین حق کے نفاذ کی رکاوٹ بننے والے بھی کلمہ گو ہیں۔ مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانا بلاشبہ نہایت سنگین معاملہ ہے اور اس کی بڑی کڑی شرائط ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے۔ اس کے متبادل آج کے دور تبدیلی کا ایک مؤثر راستہ یعنی تحریک کا راستہ موجود ہے۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ چند ماہ قبل ملی یکجہتی کونسل کے سربراہی اجلاس میں میرا خطاب اسی موضوع پر ہوا تھا۔ جس میں وضاحت کے ساتھ مجھے اپنا مؤقف بیان کرنے کا موقع میسر آیا۔ میرا وہ مقالہ میثاق اور ندائے خلافت میں شائع ہو چکا ہے۔ دور حاضر میں اس کی مثالیں بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ایک نہایت اہم مثال انقلاب ایران کی ہے۔ اُس دور میں ایران کے بادشاہ رضا شاہ پہلوی کو ایشیا میں امریکہ کے نمائندے کی حیثیت حاصل تھی۔ ایشیا میں سب سے بڑا اسلحہ خانہ اسی کا تھا اور اس کی آرمی بھی سفاکیت میں ایک مثال تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب عوام شہنشاہی نظام کے خلاف قربانی دینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نفاذ اسلام کے لیے سڑکوں پر آ گئے۔ انہوں نے ہر طرح کا جبر برداشت کیا، لیکن خود مشتعل نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں نے اپنی جانیں قربان کیں۔ تو بالآخر رضا شاہ کو ذلت کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور وہاں ایک بہت بڑا انقلاب ظہور پذیر ہوا۔ یہ موجودہ دور کی بہت بڑی مثال ہے۔ پاکستان میں بھی جزوی طور پر اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ 1974ء میں جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تھی تو بالآخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور ایک ناممکن کام بھی ممکن ہو گیا تھا۔ آج بھی پوری دنیا زور لگا رہی ہے کہ پاکستان کے دستور میں جو طے کر دیا گیا ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں تو اس شق کو ختم کیا جائے۔ پاکستان پر اس حوالے سے بڑا شدید پریشر ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ چوری چھپے انتہائی مجرمانہ انداز میں حال ہی میں کچھ شقوں میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اس حوالے سے اب بھی ہماری حکومت پر باہر کا دباؤ شدید ہے، لیکن عوامی تحریک کے نتیجہ میں یہ حکام کے گلے کی ہڈی بن گیا ہے۔ اسی طرح آج سے پانچ سال پہلے تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلی جس میں تنظیم اسلامی نے بھی بحمداللہ بھرپور حصہ لیا تھا۔ اور وہ تحریک بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اسی طرح ہماری اس رائے کے حوالے سے ایک اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ 2010ء میں جامعہ اشرفیہ میں علماء دیوبند کا ایک بہت بڑا اجلاس ہوا تھا جس میں انہوں نے سر جوڑ کر غور کیا تو وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے کہ پاکستان میں اللہ کا دین صرف ایک بھرپور عوامی تحریک سے ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ یہ فیصلہ بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح تازہ ترین صورت حال بھی آپ کے سامنے ہے کہ ختم نبوت کے حوالے سے حکومتی بدنیتی کے خلاف جو مظاہرے ہوئے ہیں تو حکومت گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جہاد وقتال بھی مسلمہ حقیقتیں ہیں جن کا ہم انکار نہیں کر سکتے لیکن ان کا موقع محل اور ہے۔ جبکہ پاکستان میں اقامت دین کا ہمارے نزدیک مناسب ترین اور موثر ترین راستہ تحریک کا راستہ ہے جو ہم بحمداللہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کراچی'' میں

15 تا 17 دسمبر 2017ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-0111956، 021-36823201

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36316638-36366638(042)

خصوصی پیغام

اہلیہ محترمہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ / ناظمہ علیا حلقہ خواتین

کا

رفقاءِ تنظیمِ اسلامی کے لیے پیغام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

الحمدللہ' محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا تنظیم اسلامی کا پودا اب ایک درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کے سائے تلے آج آپ سب پھر ایک دفعہ اکٹھے ہوئے ہیں۔

اقامتِ دین کی جدوجہد کے تمام مجاہدوں سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنی انفرادی اور باطنی کردار سازی یعنی تزکیۂ نفس کی طرف خلوص دل سے توجہ دیں۔ ''**کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم باطنی تزکیے کی محنت کا حصہ بھی ظاہری جدوجہد میں لگا کر مطمئن ہو جائیں**'' اور عنداللہ شرمندگی ہمیں اٹھانی پڑے۔ اس ضمن میں کچھ باتوں کی طرف توجہ دلانا ازحد ضروری ہے:

1- نیت کے اخلاص کا ہمہ وقت اعادہ کرتے رہیں۔ اللہ کی رضا اور جنت کا حصول ہی ہمارا مقصدِ حیات بن جائے۔

2- سماعت' بصارت اور فواد (دل و دماغ) کی اصلاح کے پیشِ نظر جدید دور کا فتنہ جو موبائل اور سوشل میڈیا کی صورت میں ایک وبا کی طرح پھیل چکا ہے' اس سے حد درجہ اجتناب کی کوشش کریں۔ **اِنّ السَّمۡعَ وَالبصر والفواد کل اولئٰک کان عنہ مسؤلا** ۔ ان چیزوں کے غیر محتاط استعمال نے گھروں میں بے سکونی' فساد' جھوٹ' ایک دوسرے سے دوری' شرم و حیا کا خاتمہ اور ہر قسم کی اخلاقی برائیوں کو جنم دیا۔ انٹرنیٹ اور وائی فائی وغیرہ کے محتاط استعمال کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کا کنٹرول خدا کے لیے اپنے ہاتھوں میں رکھیں۔ بچوں پر بالخصوص کڑی نظر رکھیں۔

3- آپ اپنے گھر والوں پر نگران ہیں اور پیارے نبی ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق **خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی** کے مصداق بن کر گھر والوں کی اخلاقی تربیت' شرعی پردہ' رسومات و بدعات سے اجتناب کے سلسلے میں گھر والوں کو اخلاقی سپورٹ دیں۔ اقامتِ دین کی جدوجہد اور دعوت کا آغاز اپنے گھر والوں سے کریں۔

گھر والوں کے حوالے سے آپ مسئول اور راعی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بحوالہ حدیث مبارک: **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ**

4- تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے قیام سے اصل مقصود یہ تھا کہ رفقاء کے گھرانے کی خواتین مردوں کی مدد و معاون بنیں' لیکن یہ بات قابل تشویش ہے کہ بہت سے تنظیمی امراء' ناظمین اور رفقاء کے گھر کی خواتین تنظیم میں شامل نہیں ہیں اور دینی معاملات میں ان کی مدد و معاون نہیں ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اس معاملے میں کہیں آپ کی کسی کوتاہی کا عمل دخل تو نہیں ہے! ہماری بہت سی رفیقات کو شکایت ہے کہ ہمارے مرد عورتوں کو شرعی پردے کا حکم دیتے ہیں لیکن خود غیر محتاط ہیں۔

5- اپنی بچیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں سے بچائیں۔ دنیوی تعلیم سے زیادہ دینی تعلیم کی فکر کریں۔ اولاد کو شادی سے پہلے ازدواجی زندگی کے حقوق و فرائض' والدین اور اولاد کے حقوق و فرائض سے آگاہ کریں۔ آج طلاق کے واقعات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ لڑکیاں گھر گرہستی کی زندگی سے بھاگ رہی ہیں۔ یہ جدید تعلیم کا شاخسانہ ہے۔ ع ''کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ''۔ بچوں کی شادیاں جلد از جلد کرنے کی کوشش کریں۔

6- تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی اہمیت کا آپ سب لوگوں کو بخوبی اندازہ ہے۔ آپ لوگ اپنا قیمتی وقت نکال کر یہاں آتے ہیں اور ماشاءاللہ ایک ولولۂ تازہ لے کر واپس جاتے ہیں۔ ان رفقاء کی محرومی پر افسوس ہوتا ہے جو بغیر کسی شرعی عذر کے سالانہ اجتماع میں شریک نہیں ہوتے۔ یا وہ رفقاء بھی کہ جو تاخیر سے آتے ہیں یا وقت سے پہلے واپس چلے جاتے ہیں۔

7- ''ندائے خلافت'' کے شمارہ 44 اور 45 میں ''امیر تنظیم اسلامی کا پیغام: رفقائے تنظیم کے نام'' بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسے ضرور بار بار پڑھیں۔

آخر میں میری آپ سب سے درخواست ہے آپ سب مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اور مجھے بھی نعمت ہدایت عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ کرے۔ ہماری نیتوں میں خلوص و اخلاص عطا کرے۔

سب بیماروں کے لیے خصوصی دعا کریں' خاص طور پر حمزہ جہانگیر اور بھائی بشیر انصاری کے لیے!

اللہ تعالیٰ اس بابرکت محفل میں شامل ہونے والوں کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین' ثم آمین!

''کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی!''

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

سلسلہ وار 48 مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

مردِ حُر 4

13 دارد اندر سینہ تکبیر اُمم ۔۔۔ در جبین او ست تقدیر اُمم

وہ (اپنے) سینے میں (آسمانی ہدایت کو ماننے والی) قوموں کی عظمت (کی یاد) رکھتا ہے
اس (کے جذبہ عمل) کی پیشانی میں ہی خداشناس قوموں کی تقدیر لکھی گئی ہے

14 قبلۂ ما گہ کلیسا ، گاہ دیر ۔۔۔ او نخواہد رزقِ خویش از دست غیر

ہمارا رخ کبھی مغربی استعمار کلیسا کی طرف ہوتا ہے اور کبھی (ہم وطن ہندو اکثریت کے خوف کی وجہ سے) مندر کی طرف
وہ اپنا (اہل حق کا دنیاوی جاہ وجلال) رزق (اللہ کے سوا) کسی غیر کے ہاتھ سے نہیں چاہتا

15 ما ہمہ عبدِ فرنگ او عبدہٗ ۔۔۔ او نہ گنجد در جہانِ رنگ و بُو

ہم سب اندر باہر سے کلیتہً انگریز کے غلام ہیں اور وہ صرف اللہ کا غلام ہے
وہ (مردِ حر) اس رنگ و بو کے جہاں میں نہیں سماتا

16 صبح و شامِ ما بہ فکر ساز و برگ ۔۔۔ آخر ما چیست؟ تلخیہاے مرگ!

ہمارے مغرب زدہ مسلمان بھائیوں کے صبح و شام ساز و سامان کی فکر میں گزرتے ہیں
ہمارا انجام کیا ہے؟ موت کی تلخیاں!

13۔ اللہ تعالیٰ کو ماننے والے اور حضرت محمد ﷺ کو ماننے والے تو بہت ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا کہنا ماننے والے کم ہیں یہی لوگ حقیقتاً اہل ایمان اور انسان دوست وعلم دوست ہوتے ہیں۔ یہی لوگ انسان کی حقیقی آزادی کے خواہاں اور وقت کے فرعونوں اور نمرودوں (جیسے آج کا صہیونی مغربی استعمار) کے خلاف سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے سینے میں انسانیت کی عظمت اور خداشناس اور وحی شناس لوگوں کو عظمت دلانے کا درد ہوتا ہے اور ان کی پیشانیوں میں اُمتوں کی تقدیر ہوتی ہے وہ قوموں کو آزادی دلاتے ہیں اور خود ان کی تقدیر بن جاتے ہیں۔

14۔ عام مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لے کر بھی کبھی مغربی عالم عیسائیت کے در پر پیشانی رکھ دیتے ہیں اور کبھی دیگر غیر مسلم قوتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں مگر 'مردِ حُر' ایسا نہیں کرتا اس کا قبلہ اور مسجود ایک ہی رہتا ہے مسجود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور قبلہ حرم مکہ ہے۔ وہ اپنا مقدر غیروں کے ہاتھ سے نہیں لیتا بلکہ اپنے دینی فرائض ادا کرتا ہے اور اس کا ربّ (جس نے رزق کا وعدہ کیا ہے وہ) اسے رزق دے کر غیروں کے سامنے جھکنے سے بے نیاز کیے رکھتا ہے۔ بقول اقبال ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

15۔ برطانوی ہند میں مسلمانوں کی غلامی کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ہم سب مسلمان (کیا علماء، کیا صوفیاء، کیا پشتینی گدی نشین اور کیا سیاستدان) سب 'عبد فرنگ' ہیں صہیونی برطانوی ابلیسی سامراج کے معتمد، بے دام غلام ہیں اور امت مسلمہ کے غدار ہیں جبکہ مردِ حُر __ غیروں کا غلام نہیں صرف اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور اسی کی غلامی اختیار کیے رکھتا ہے ایسا 'مردِ حُر' اور حقیقی مسلمان شخص __ جسے خداشناسی کا ذرا بھی حصہ ملا ہو وہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا ظرف اتنا وسیع ہوتا ہے اور سوچ اتنی آفاقی ہوتی ہے کہ وہ چہار سو نہیں سماتا، اس کی سوچ پوری انسانیت کی سوچ بن جاتی ہے۔ (اس کی واضح مثال علامہ اقبال کی ہے کہ 30/اکتوبر 2016ء کو ایوانِ اقبال میں جو عالمی یومِ اقبال منایا گیا اس کا اہتمام عالمی رابطہ ادب اسلامی جدہ نے کیا تھا اور مملکت عرب کے 16 دانشوروں نے یہی کہا کہ 'اقبال ہمارے ہیں')۔

16۔ ایک عام مسلمان کیا، بہت سے خواص (بُرے علماء، دنیا دار صوفیاء اور غلط معیشت رکھنے والے بد کردار سیاست دان) کی توجہات صبح سے شام تک اسبابِ دنیا اور وسائل دنیا کے حصول کے لیے مختص رہتی ہیں اور کسی اعلیٰ اخلاقی و روحانی نصب العین کے بغیر سب جانوروں کی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔ قرآن مجید میں سورۂ حج (73:22) میں وارد ہے: ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ، جن کا مطلوب و محبوب اور نصب العین ہی گھٹیا ہو وہ خود بھی اسی قبیل میں سے ہوں گے۔ اِس جدوجہد کا کوئی اختتام نہیں ہے اور مڈل کلاس کے آدمی سے لے کر ارب پتی دنیادار آدمی تک مزید دنیاوی وسائل کے حصول کے لیے کوشاں ہونے کے باوجود ناخوش اور غیر مطمئن بلکہ کئی غلط کام کرنے کی وجہ سے 'ضمیر کے قیدی' اور ضمیر کے مجرم بنے رہتے ہیں اور اسی سفر میں بالآخر ایک حیوانی سطح کی زندگی گزار کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں (یا حسرةً علی العباد)۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے!
اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے

الیکشن کی سیاست نے دینی جماعتوں کی تحریکیت کو ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ نفاذ اسلام کی تحریک کے لیے متحد ہوں: ایوب بیگ مرزا

ایم ایم اے میں پہلے فیصلہ سازی کے حوالے سے اختلاف تھا لیکن اب اس میں شامل تمام جماعتوں کو فیصلہ سازی میں شریک کیا جائے گا: فرید احمد پراچہ

دراصل دینی جماعتوں نے حالیہ ضمنی انتخابات کے نتائج دیکھ لیے ہیں اس لیے انہوں نے اتحاد کی ضرورت محسوس کی ہے: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

اگر اتحاد ہو تو شریعت کے نفاذ کے اعتبار سے ہو لیکن عوام کو دکھائی یہی دیتا ہے کہ MMA کے پیش نظر اقتدار کا حصول ہے: شجاع الدین شیخ

اسمبلی میں غیر اسلامی قوانین بنتے ہیں لیکن اسلامی جماعتوں کے نمائندے کوئی کردار ادا نہیں کرتے جس کی وجہ سے لوگ ان سے متنفر ہو جاتے ہیں: آصف حمید

متحدہ مجلس عمل کی بحالی: امکانات، توقعات اور خدشات کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: متحدہ مجلس عمل بحال ہوگئی ہے یا ”ہنوز دلی دور است“ ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: کچھ عرصہ سے خبریں آرہی تھیں کہ دینی جماعتیں پھر سے اکٹھی ہو رہی ہیں تاکہ پاکستان کے سیاسی منظرنامے پر دوبارہ متحد نظر آئیں۔ اس سلسلہ میں ان کے درمیان مذاکرات بھی ہو رہے ہیں۔ مولانا فضل الرحمان اور سراج الحق کے درمیان میں حال ہی میں ایک مجلس ہوئی ہے جس میں کچھ دوسری دینی جماعتیں بھی شامل تھیں۔ اس کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ سامنے آیا کہ MMA بحال ہو رہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ ابھی ابتدائی اعلامیہ ہے کیونکہ ابھی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ ابھی ایک مہینے کا ٹائم لیا گیا ہے اور دسمبر کے وسط میں جا کر انس نورانی سے ملاقات ہوگی تو اس کے بعد باقاعدہ اعلان ہوگا۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ اتحاد بنانا اتنا آسان بھی نہیں ہوگا کیونکہ JUI(f) مرکز میں ن لیگ کی اتحادی ہے اور ان کے پاس وزارتیں بھی ہیں۔ اسی طرح جماعت اسلامی KPK میں PTI کی اتحادی ہے۔ لیکن چونکہ 2018ء میں نئے الیکشن ہونے ہیں اس کے لیے انہوں نے ابھی سے پلاننگ شروع کر دی ہے۔ دوسری طرف پرویز مشرف نے بھی 23 جماعتوں کے ساتھ مل کر اتحاد بنایا ہے جن میں کچھ دینی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ MMA پہلے کامیاب اس لیے ہوئی تھی کہ 2002ء میں امریکہ نے افغانستان میں پر حملہ کیا تھا جس کی وجہ سے دینی جماعتوں کے اندر ایک ردعمل پیدا ہوا تھا اور وہ متحد ہوگئی تھیں۔ دوسری وجہ اس اتحاد کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کی شخصیت تھی جن کی وجہ سے بہت سی دینی جماعتیں اکٹھی ہوگئی تھیں۔ اس وقت اگرچہ مولانا فضل الرحمان سیاسی طور پر ایک باا ثر شخصیت ہیں لیکن میرے خیال میں ان کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے تمام دینی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر آجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی صرف دو بڑی جماعتوں (جماعت اسلامی اور جے یو آئی (ف)) نے اعلان کیا ہے کہ ہم MMA کو بحال کر رہے ہیں۔ لیکن جب تک یہ اپنے حکومتی اتحاد سے ناتا نہیں توڑتے اس وقت تک عوام میں MMA کی کوئی حیثیت نہیں بن پائے گی۔ دراصل حالیہ ضمنی انتخابات میں

مرتب: محمد رفیق چودھری

جے یو آئی ف اور ان کے اتحاد کو پشاور میں اور جماعت اسلامی کو لاہور میں بہت کم ووٹ ملے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے اتحاد کی ضرورت محسوس کی اور یہ اتحاد ان دونوں جماعتوں یعنی جماعت اسلامی اور جے یو آئی (ف) کی ضرورت بن چکا ہے۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ MMA کو پرانے منشور پر ہی بحال کیا جا رہا ہے۔ ماضی میں MMA اپنے منشور کے تحت KPK میں کس حد تک deliver کر پائی تھی؟

ایوب بیگ مرزا: دینی جماعتوں کا انتخابات میں اتحاد بنا لینا ایک اچھی بات ہے۔ کیونکہ اس سے ان کا ووٹ تقسیم نہیں ہوتا اور وہ زیادہ ووٹ لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ 2002ء میں MMA نے کافی کامیابی حاصل کی تھی۔ یعنی انہیں مرکز اور صوبے (KPK) میں کافی سیٹیں مل گئی تھیں۔ جن کی بناء پر انہیں KPK میں پورے پانچ سال حکومت کرنے کا موقع ملا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اس عرصے میں اسلام کے حوالے سے کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھا سکے۔ حالانکہ ان کا اتحاد اسلام کے نفاذ کے لیے ہوا تھا اور انہوں نے کتاب کو اپنا انتخابی نشان قرار دیا تھا یعنی یہ ظاہر کیا تھا کہ ہمارا منشور قرآن ہے اور ہم قرآن کی بالادستی کو قائم کریں گے لیکن پہلے ساڑھے چار سال تو ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ آخری چھ مہینوں میں وہ حسبہ بل لائے لیکن اس میں بھی بہت سے خلا تھے جس کی وجہ سے وہ کورٹ سے مسترد ہو گیا۔ جہاں تک پرانے منشور پر عمل کرانے کی بات ہے تو میں یہاں تک کہوں گا کہ منشور پر عمل درآمد کروانا تو بہت دور کی بات ہے وہ اس معاملے میں کوئی ایک حقیقی step بھی نہیں اٹھا سکے۔ چھوٹے موٹے اقدامات اٹھائے ہوں گے جو نظام کے حوالے سے اور عوام کی زندگی کو تبدیل کرنے کے حوالے سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یعنی ایسا کوئی قدم انہوں نے نہیں اُٹھایا جس سے معلوم ہو کہ یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہوا یا اس کی طرف پیش رفت ہوئی ہے۔ لہٰذا ان کی گورننس کو دیکھا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ اسلام کے حوالے سے کوئی ڈیلیور کر سکیں گے۔ 2002ء میں جو ایم ایم اے بنی تھی اس میں شامل بڑی جماعتوں کے اس طرح کے اختلافات نہیں تھے جیسے اب سامنے آرہے ہیں کہ ایک کا رُخ شمال کی جانب ہے اور دوسری کا رُخ جنوب کی جانب ہے۔ یعنی JUI(f) حکومت PML(n) کی اتحادی ہے اور جماعت اسلامی اپوزیشن یعنی PTI کی اتحادی ہے۔ جبکہ مسلم لیگ ن اور پی ٹی آئی کی سیاسی دشمنی آپ کے سامنے ہے۔ تو ایسی صورت حال میں جبکہ ان کے مابین ذہنی طور پر اتنا اختلاف ہے تو کس طرح وہ مشترک کام کر سکیں گے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: تعلیم صوبائی شعبہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بچوں کا تعلیمی نصاب اسلامی ہونا چاہیے۔ خیبر پختونخوا میں ایم ایم اے کی حکومت تھی لیکن وہاں پر وہ یہ بھی نہیں کر سکے کہ تعلیم کے شعبہ میں کوئی انقلابی تبدیلی لاتے اور اس کو اسلامی بناتے۔ ابھی وہاں پر پی ٹی آئی کی حکومت

ہےاورانہوں نے تعلیمی شعبہ میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔

سوال: خیبر پختونخوا میں اسلامائزیشن کے حوالے سے ایم ایم اے کی کیا کیا achievements ہیں؟

فرید احمد پراچہ: جس وقت ایم ایم اے کی حکومت خیبر پختونخوا میں قائم تھی اس عرصے میں حکومتی وزراء مسجدوں میں لوگوں کو میسر تھے جو اسلامی طرز حکومت کی ایک اچھی علامت ہے۔یعنی وزیر کو اپروچ کرنا آسان تھا۔دوسرا انہوں نے خیبر بینک میں اسلامی بینکنگ کے حوالے سے کام شروع کیا تھا جس میں ماہرین معاشیات کی راہنمائی میں اس کام کو اس انداز میں ترتیب دیا گیا کہ صرف اسلامی بینکنگ کی ایک کھڑکی نہ کھولی جائے بلکہ ایک مکمل اور الگ تھلگ اسلامی بینکنگ ہو اور اس کو مضاربہ،مشارکہ اور مرابحہ کے اصولوں کے مطابق کیا گیا۔یعنی وہاں اسلامی بینکنگ کو متعارف کروایا گیا۔تیسرا حسبہ کا قانون تھا،وہ بھی دراصل پورے معاشرے کی اسلامائزیشن کے حوالے سے بنایا گیا تھا۔اس کے علاوہ نچلی سطح پر قاضی کورٹس کا قیام بھی شروع کیا گیا تھا۔جیسے پنچائتی نظام ہے اور یہ اسلام کو بھی مطلوب ہے۔یعنی دیوانی مقدمات کی سماعت کا محلہ کی سطح پر انتظام کیا گیا۔دوسرا حسبہ بل کے ذریعے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کو ادا کرنے کی بات کی گئی۔لیکن حسبہ بل کے معاملے میں وفاق رکاوٹ بن گیا جبکہ بنیادی طور پر یہ ایک اچھی پیش رفت تھی۔اس کے علاوہ ہسپتالوں میں گائنی کے شعبہ میں صرف خواتین کو رکھا گیا۔وہاں پر پابندی تھی کہ صرف خواتین ڈاکٹرز ہی گائنی کے شعبہ میں مریضوں کو دیکھیں گی۔اسی طرح خواتین کے لیے میڈیکل کالج قائم کیا گیا اور زکوۃ اور ویلفیئر کے نظام میں بنیادی قسم کی تبدیلیاں کی گئیں۔

سوال: اگر آپ کہتے ہیں کہ ایم ایم اے نے کے پی کے میں اسلامائزیشن کے حوالے سے کافی کام کیے تھے تو پھر ایم ایم اے آگے کیوں نہیں چل سکی،ٹوٹ کیوں گئی؟ اس کی وجوہات کیا تھیں؟

فرید احمد پراچہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ عوامی پذیرائی تو بہت تھی لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ کسی سطح پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہمیں الیکشن کا بائیکاٹ کرنا ہے،یہ فیصلہ جماعت اسلامی نے کیا اور پھر اسی فیصلے کی وجہ سے باقی جماعتیں خاص طور پر جمعیت علماء اسلام اس کا ساتھ نہ دے سکی۔جس کے نتیجے میں یہ تاثر بنا کہ ایم ایم اے کو لوگوں نے مسترد کر دیا۔حالانکہ ہمارا تو بائیکاٹ تھا۔مسترد کرنے کی بات تب ہوتی جب پوری ایم ایم اے انتخابات میں حصہ لیتی۔جمعیت علماء اسلام نے تنہا الیکشن میں حصہ لیا،ووٹ بھی لیے،سیٹیں بھی لیں اور جن سیٹوں میں ووٹوں کا جو فرق تھا وہ جماعت اسلامی کے ووٹوں کا تھا ورنہ نتیجہ وہی رہتا جو 2002ء میں تھا۔

سوال: ایم ایم اے کی بحالی کے موقع پر پریس کانفرنس کرتے ہوئے راہنماؤں نے کہا کہ ایم ایم اے پرانے منشور پر ہی بحال ہو رہی ہے۔جبکہ جب ایم ایم اے ٹوٹی تھی تو اس وقت میڈیا میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ اس کے ٹوٹنے کی وجہ دینی راہنماؤں کے آپس کے اختلافات ہیں۔کیا وہ پرانے اختلافات اب ختم ہو گئے ہیں؟

فرید احمد پراچہ: اس حوالے سے میٹنگز بھی ہوئی تھیں اور اس کا تجزیہ بھی کیا گیا تھا کہ ایم ایم اے کا معاملہ کیوں خراب ہوا۔اس کے علاوہ جو سٹیئرنگ کمیٹی بنائی گئی تھی اس نے بھی سفارشات دی تھیں کہ فیصلہ سازی کے عمل کو زیادہ بہتر کیا جائے یعنی اس میں ساری جماعتوں کو شامل کیا جائے۔کیونکہ ایک تاثر یہ تھا کہ دو بڑی جماعتیں مل کر فیصلے کر لیتی ہیں اور دوسری جماعتوں کو اہمیت نہیں دی جاتی۔اس طرح کی داخلی قسم کے اختلافات تھے لیکن اب ان شاء اللہ فیصلہ سازی کے معاملے کو بہتر بنانے کی زیادہ کوشش کی جائے گی۔

سوال: دینی جماعتیں کبھی متحدہ مجلس عمل بناتی ہیں اور کبھی دفاع پاکستان کونسل لیکن انہیں خاطر خواہ عوامی پزیرائی نہیں ملتی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

آصف حمید: پہلی بات یہ ہے کہ انتخابات میں جب اسلام کا نام لیا جاتا ہے تو یہ بات اسلام کے لیے باعث عزت نہیں ہوتی بلکہ اسلام کا نام کسی طرح بدنام ہو جاتا ہے۔کیونکہ باقی جماعتیں بھی تو مسلمانوں کی ہی ہیں تو پھر لوگ کنفیوژن کا شکار ہو جاتے ہیں۔اس کے علاوہ اسلام کے نام پر ووٹ لینے کے لیے دو مسلمان جماعتیں جب ایک دوسرے کے خلاف متحارب نظر آتی ہیں تو پھر لوگ اور زیادہ کنفیوز ہو جاتے ہیں کہ ان دو میں کس کا اسلام صحیح ہے۔پھر اگر ان میں سے کوئی شخص منتخب ہو کر اسمبلی میں آ بھی جاتا ہے تو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کے لیے کیا خدمات سرانجام دیتا ہے؟اصل میں اسلام کے نام پر ووٹ کو تقسیم ہونا ہی نہیں چاہیے لیکن یہاں پر ایک ایک حلقے کے اندر تین تین جماعتیں اسلام کے نام پر ووٹ مانگ رہی ہوتی ہیں۔دوسری بات یہ کہ اگر کسی اسلامی جماعت کا نمائندہ کامیاب ہو کر اسمبلی میں چلا جاتا ہے تو وہاں وہ عمل سے ثابت کرے کہ واقعی وہ دینی جماعت کا نمائندہ ہے۔لیکن اسمبلی میں غیر اسلامی قوانین بنتے ہیں لیکن دینی جماعتوں کے نمائندے کوئی کردار ادا نہیں کرتے جس کی وجہ سے لوگ ان سے متنفر ہو جاتے ہیں۔اس کے علاوہ دینی جماعتیں الیکشن میں سیکولر جماعتوں سے جو سیٹ ایڈجسٹمنٹ کرتی ہیں اس سے ان کا نظریاتی تشخص ختم ہو جاتا ہے۔دینی جماعتیں الیکشن سے پہلے اسلام اور نظریہ کی بات کرتی ہیں لیکن بعد میں ان سیکولر جماعتوں کے ساتھ سیٹ ایڈجسٹمنٹ کر رہی ہوتی ہیں جن کے خلاف کھڑے ہو کر وہ کہتے ہیں ہم زیادہ بہتر مسلمان ہیں۔یعنی اگر آپ ایک شخص کو کھلم کھلا فاسق اور اسلام دشمن قرار دیتے ہیں اور پھر وہ حدیث بھول جاتے ہیں کہ:''جو شخص کسی فاسق کے ساتھ چلا کہ اس کو تقویت پہنچائے،اور وہ جانتا بھی ہے کہ وہ شخص فاسق ہے،تو وہ اسلام سے نکل گیا''تو اس کا انجام کیا ہوگا۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسلام کے نام پر ووٹ لینا ہے تو پہلے اسلام کے تقاضے پورے کریں۔

سوال: ایم ایم اے کی بحالی کی خبریں ہیں۔آپ کے خیال میں ایم ایم اے کی بحالی سے کیا اُمیدیں اور توقعات رکھی جاسکتی ہیں؟

شجاع الدین شیخ: 70 سال کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔اگر صرف عوام کی اُمیدوں کی بات کریں تو ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دینی لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور یہ خواہش بہت بہتر،مناسب اور اچھی بھی ہے۔لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں کہ اگر اس ایم ایم اے کی بحالی کے اندر پیش نظر یہ ہے کہ اقتدار حاصل کر کے ہم اپنے کچھ مقاصد کی تکمیل کر لیں تو یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔پرویز مشرف کے دور میں MMA کو جس تعداد میں سیٹیں ملیں ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔مگر ہم نے دیکھا کہ دینی وشرعی احکامات کے اعتبار سے جس قدر پسپائی مشرف کے دور میں ہوئی اس کی بھی پاکستان کی پوری تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔یعنی دینی اعتبار سے اس وقت ہم بہت پیچھے گئے۔ابھی حال ہی میں ایم ایم اے کی بحالی کی بات ہو رہی ہے۔اخباری اطلاعات اور زعماء کے بیانات سے یہ بات بھی سامنے آ رہی ہے کہ ابھی کسی ایک مشترکہ انتخابی نشان پر بھی بحث چل رہی ہے۔ماضی میں صدارت کے حوالے سے بھی کافی اختلافات سامنے آئے تھے۔مجھے مولانا امین احسن اصلاحی کی بات یاد آتی ہے کہ اگر سارے مقتدی امام بننا چاہیں گے تو پھر جماعت ہوگی کیسے؟ اگر ان دینی سیاسی جماعتوں کے پیش نظر اس ملک میں اسلام کا غلبہ ہے تو ستر برس کی تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ انتخابی سیاست میں اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔لہٰذا ہم یہ گزارش کریں گے کہ شرعی دینی اصولی معاملات پر ایک مشترکہ تحریک کے راستے

کو اختیار کیا جائے جیسے ختم نبوت کی تحریک یا ماضی میں ناموس رسالت کی تحریک کے مواقع ونتائج ہمارے سامنے ہیں۔ اگر تحریک کا راستہ اختیار کیا جائے تو پاکستان میں دینی تقاضوں کا پورا ہونا اور شریعت کا نفاذ دکھائی دیتا ہے۔

سوال: اگر دینی جماعتیں متحد ہو جائیں تو لوگ اعتراض اٹھاتے ہیں، نہ متحد ہوں تو لوگ بیزار ہوتے ہیں۔ ہمارے عوام کا مسئلہ کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: میں سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا میں برصغیر کے مسلمانوں میں دین کے ساتھ جو عقیدت ہے اس کی مثال کم ہی پیش کی جاسکتی ہے۔ بہرحال بڑی سادگی میں لوگ اُمیدیں وابستہ کر لیتے ہیں، اس سادگی میں اخلاص بھی ہوتا ہے۔ عام مسلمانوں کا یہ تقاضا ضرور ہے کہ دینی جماعتوں کو متحد ہونا چاہیے۔ لیکن یہ سوال بھی ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ کیا ہم صرف سیاسی معاملات میں ہی متحد ہوں گے یا مساجد، نمازوں اور دینی واصولی معاملات میں بھی متحد ہوں گے؟ عوام کی توقعات تو بجا ہیں۔ چونکہ وہ دین سے محبت رکھتے ہیں، بے عمل ضرور ہوں گے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ دین والے ایک پلیٹ فارم پر دکھائی دیں۔ البتہ دینی جماعتیں متحد ہو جائیں تو بھی مسئلہ ہے کیونکہ یہاں سیاسی مقاصد کے لیے متحد ہونے کی بات ہو جاتی ہے اور بسا اوقات یہی دکھائی دیتا ہے کہ ان کے پیش نظر اقتدار کا حصول ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اس سے ہم اتفاق نہیں کرسکتے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر اتحاد ہو تو شریعت کے نفاذ کے اعتبار سے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں عوام دینی لوگوں سے محبت رکھتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر عوام ان کو ووٹ نہیں دینا چاہتے۔ یہ بڑا سوالیہ نشان ہے۔

سوال: MMA کی بحالی میں اسٹیبلشمنٹ کا کتنا رول ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہر ملک میں ایک ان دیکھی گورنمنٹ ہوتی ہے جو ملک کے مفادات کو پیش نظر رکھتی ہے۔ وہ چاہے سول بیوروکریسی ہو، یا ملٹری بیوروکریسی ہو۔ بہت سے ممالک میں تھنک ٹینکس ہیں ان کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک کے مفادات کو پیش نظر رکھیں تاکہ سیاسی جماعتوں کے منشور اور پروگراموں سے ملک کے مفادات کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ہمارے ہاں ملٹری اسٹیبلشمنٹ کا نام اس حوالے سے زیادہ استعمال ہونے لگا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے سیاستدانوں کی کمزوری ہے۔ ملٹری کا عمل دخل تب سے شروع ہوا جب ایک سرونگ جنرل کو وزیر دفاع بنا دیا گیا۔ یعنی کابینہ میں جگہ دے دی گئی۔ اسی طرح 77ء میں جب بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو اس نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے ایک چیف آف آرمی سٹاف کو سیاستدانوں میں بٹھانا شروع کر دیا۔ جب آپ ان کا عمل دخل اتنا بڑھا دیتے ہیں تو پھر اسٹیبلشمنٹ کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت ملک میں جو منظرنامہ بن رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس میں کوشش ہو رہی ہو کہ مختلف اتحاد بنیں تاکہ سیاستدانوں کو اپنے مفادات کے مطابق چلایا جاسکے۔ سیاستدانوں کو بھی اپنی پوزیشن مستحکم کرنی چاہیے۔ اگر ان میں اخلاص ہو، ملکی ترقی پیش نظر ہو اور ان کی ایک اخلاقی حیثیت ہو تو اس کے بل بوتے پر وہ ایسے کرداروں کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ ایسے سیاستدان سامنے آنے چاہیے جن کا خلوص ملکی مفادات کے لیے بالکل واضح ہو۔

سوال: ہماری دینی جماعتیں انتخابی سیاست کے لیے تو

عام مسلمانوں کا یہ تقاضا ضرور ہے کہ دینی جماعتوں کو متحد ہونا چاہیے۔ لیکن یہ سوال بھی ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ کیا ہم صرف سیاسی معاملات میں ہی متحد ہوں گے یا مساجد، نمازوں اور دینی واصولی معاملات میں بھی متحد ہوں گے؟

متحد ہو رہی ہیں لیکن ملک میں نفاذ شریعت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر کیوں نہیں آرہیں؟

ایوب بیگ مرزا: وہ شریعت کے نفاذ کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم شریعت کا نفاذ بذریعہ انتخابات کریں گے۔ یعنی ہم اسمبلی میں منتخب ہو کر جائیں گے اور وہاں جاکر شریعت کا نفاذ کر دیں گے۔ حالانکہ ستر سال کے تجربے نے بتا دیا ہے کہ اول تو وہ اتنی سیٹیں بھی نہیں لے سکتے کہ ڈبل فگر میں چلے جائیں۔ لہٰذا اس کا تو کوئی امکان نہیں کہ پارلیمنٹ میں اپنی ایسی پوزیشن بنا سکیں جس سے وہ شریعت کے نفاذ کے لیے دباؤ بھی ڈال سکیں۔ اصل میں وہ نفاذ شریعت کے لیے انتخابی اتحاد ضرور بناتے ہیں لیکن وہ اس کے لیے تحریک کا راستہ نہیں اختیار کرتے۔ حالانکہ ماضی میں ہم نے دیکھا کہ ختم نبوت، ناموس رسالت جیسے ایشوز پر تحریک چلی تو اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔ لہٰذا انہیں انتخابات کے بجائے تحریک کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ان کے لوگ کہتے ہیں کہ تحریک اور انتخابات میں حصہ لینا اکٹھا بھی چل سکتا ہے۔ میں اس کی شدت سے مخالفت کرسکتا ہوں۔ مثال کے طور پر 77-1976ء میں ذوالفقار علی بھٹو جیسا ڈکٹیٹر بھی جماعت اسلامی کی سٹریٹ پاور سے ڈرتا تھا اور لوگوں کو معلوم تھا کہ اگرچہ جماعت اسلامی انتخابات میں سیٹیں نہیں لے سکی لیکن اس کی سٹریٹ پاور بہت ہے۔ اگر وہ میدان میں آجائے گی تو وقت کی حکومت مصیبت میں پڑ جائے گی۔ لیکن جب انتخابات میں نتائج نکلے تو ان کے اُمیدواروں کے ووٹ پانچ سو، سات سو سے زائد نہ تھے۔ جس سے پھر عوام مایوس ہو گئے کہ ان کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا اب تحریکیت جماعت اسلامی سے نکل چکی ہے۔ تو اصل ضرورت یہ ہے کہ تحریکیت پیدا کی جائے۔ انہیں چاہیے کہ انتخابات کا راستہ ترک کر کے تحریک کے ذریعے نفاذ شریعت کی کوشش کریں۔ اور اس کے لیے اتحاد بنائیں۔

سوال: سراج الحق نے MMA کی بحالی کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ پاکستان کے نظام میں تبدیلی کا واحد طریقہ شفاف انتخابات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا شفاف انتخابات کے انعقاد سے نظام بدل سکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جمہوریت کا ایک پیراڈائم ہوتا ہے کہ آپ کی اسمبلی میں اگر کل چار سو سیٹیں ہیں اور ان میں سے 199 ایک طرف ہیں اور 201 دوسری طرف ہیں تو 201 کی بات مانی جائے گی۔ مثال کے طور پر مشرف دور میں ایم ایم اے کی چالیس سیٹیں تھیں۔ وہاں پر حدود آرڈیننس کا بل پیش ہوا جس میں بہت سی غیر اسلامی شقیں تھیں۔ لیکن ایم ایم اے نے رائے شماری میں حصہ ہی نہیں لیا جس کی وجہ سے بل متفقہ طور پر پاس ہو گیا۔ حالانکہ اگر وہ رائے شماری میں حصہ لیتے اور اس کے خلاف ووٹ دیتے تو پھر یہ نہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ بل متفقہ طور پر پاس ہو گیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جمہوریت کا پیراڈائم ایسا ہے کہ اگر وہ چار سو میں سے 199 سیٹیں بھی لے کر آجائیں تب بھی اسلامی نظام کے حوالے سے کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جبکہ تحریک صورت حال کو بالکل تبدیل کر دیتی ہے۔ مثلاً جب پی این اے کی تحریک چلی تھی تو بھٹو جماعت اسلامی کی سٹریٹ پاور کو دیکھتے ہوئے منصورہ میں مولانا مودودی سے ملنے چلے گئے اور انہوں نے پھر شراب پر پابندی لگائی، اور جمعہ کی چھٹی کا اعلان کیا تھا۔ تو اگر شفاف انتخابات ہو بھی جائیں تو جمہوریت کے ذریعے آپ نظام تبدیل نہیں کرسکتے۔

☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

الحذر.......الحذر!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نائن الیون کے بعد جاری جنگ اب اپنے اصل اہداف کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ سعودی عرب میں سرعت سے آتی تبدیلیاں، روزانہ کی بنیاد پر نت نئی بریکنگ نیوز جو واقعی اقدار شکن اعصاب شکن ہوتی ہے! ریاض میں تیز بارش کے نتیجے میں کھڑے پانی پر سرفنگ کرتی جھومتی لہراتی لڑکی کی ویڈیو...... سعودی عورت کے نئے روپ کو اجاگر کر رہی ہے۔ سعودی عرب اسلام میں عورت کے حد درجے محفوظ، حیا اور ایمانی غیرت، تقدس و وقار والے مقام کے عملی اظہار کا آخری قلعہ تھا۔ دنیا بھر میں ترقی، برابری، حقوق کے نام پر عورت کے جو چیتھڑے اڑائے گئے جس کے نتیجے میں ہراسانی (Harassment) کے واقعات سموگ بن کر پورے گلوب پر چھائے ہوئے ہیں۔ نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد۔ وہ مرد باقی دنیا سے عنقا ہو چکے۔ عورت مرد کی ٹھوکروں میں پڑا بے وقعت کھلونا بن گئی۔ یہ صرف (حقیقی) اسلام ہے جو عورت کو ہر رشتے میں محبت اور تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اب اس کی بربادی کا آخری سامان ہونے کو ہے۔ گویا سعودی عرب کا سب سے سنگین مسئلہ ہی عورت کو کم لباس کرنے کی، ناچنے دوڑنے کی آزادی فراہم کرنا ہے۔ (پے درپے آنے والی ویڈیوز کے تناظر میں)

ابھی اس سے نمٹے نہ تھے کہ ایک صہیونی مسجد نبوی ﷺ میں کے عنوان سے ویڈیوز وائرل ہو گئیں۔ مسکراتا اسرائیلی یہودی مسجد نبوی ﷺ میں کھڑا آپ کا منہ چڑا رہا ہے۔ فیس بک پر بقول بن زائن (Tzion...... یعنی اسم بامسمیٰ صہیونی)۔ سعودی عوام، یہودی قوم کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے ہوں گے یہ اس نے اپنی اس تصویر کے ساتھ لکھا ہے۔ جس میں وہ ثوب پہنے سعودی تلوار کے ساتھ (ٹرمپ کی طرح) ثقافتی رقص کر رہا ہے۔ ایک اور پوسٹ میں کہتا ہے: مشرق وسطیٰ میں امن، احترام اور محبت کے ساتھ۔ وہی احترام و محبت جو عقوبت خانوں میں ٹھونسے فلسطینیوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے؟ یا وہ جو غزہ کی بہت بڑی جیل میں بلڈوز کیے گھروں اور اندھا دھند گولیوں کا لقمہ بنتے فلسطینی نوجوانوں، بچوں کو ملتا ہے؟ بن زائن مسجد نبوی ﷺ کی اذانوں اور مناظر کے بیچ کھڑا فاتحانہ آپ کو اپنا مخصوص یہودی مذہبی شناخت والا تھیلا دکھا رہا ہے جس پر اس کا نام عبرانی میں کھدا ہے۔ (یہ تھیلا کٹر یہودی مذہبی عقائد کے شعائر میں سے ایک ہے!) اس پر دنیا بھر کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ بی بی سی کے مطابق 90ہزار ٹویٹ 24 گھنٹے میں ہوئے۔ ایک ٹویٹ کے مطابق علماء جیلوں میں اور صہیونی ریہودی مسجد نبوی ﷺ میں؟ یہ تبصرہ بھی لائق توجہ ہے: قطری مسلمانوں پر تو ملک (سعودی عرب) میں آمد پر پابندی لگا رکھی ہے۔ مگر یہودیوں پر کشادہ ہیں راہیں؟ ان سے کوئی جھگڑا، مخاصمت، ضد نہیں! مسلمانوں کے احتجاج کے پیش نظر بن زائن کا اکاؤنٹ بند کر دیا گیا۔

اسی پر بس نہیں۔ ایک خبر یہ بھی تو آئی کہ اسرائیل کے کئی مسلم نیز عرب ممالک سے خفیہ رابطے ہیں۔ وزیر توانائی اسرائیل نے بتایا کہ ان ممالک کی خواہش کے احترام میں ہم ان کے نام ظاہر نہیں کر سکتے! تاہم اب سامنے آنے والی خبریں آہستہ آہستہ تمام رازوں پر سے پردہ اٹھا رہی ہیں۔ امریکہ، اسرائیل ہی کا دوسرا نام ہے۔ مثلاً توجہ فرمائیے کہ ٹرمپ اپنی انتخابی مہم کے دوران اسرائیل سے اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھے اسرائیل سے بے پناہ محبت ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے بہترین اعزازات اسرائیل سے ملے ہیں۔ میرا اسرائیل سے طویل پرانا تعلق ہے۔ میری بیٹی، داماد اور ان کے بچے یہودی ہیں۔ انتخابی مہم کے دوران اپنے ہاں نواسا ہونے کے ضمن میں کہتا ہے: میری بیٹی کے ہاں خوبصورت یہودی بچہ پیدا ہونے کو ہے۔ یاد رہے کہ بیٹی ایونکا ٹرمپ 2009ء میں باضابطہ قدامت پرست یہودی ہو گئی تھی۔ ایونکا اپنے باپ ٹرمپ کی وہائٹ ہاؤس میں معتمد ترین مشیر ہے۔ وہ اور اس کا شوہر باعمل بنیاد پرست یہودی ہیں جو یوم السبت مناتے ہیں اور کوشر (یہودی ذبیحہ) کھاتے ہیں۔ (ٹائمز آف اسرائیل۔ 28 مارچ 2016ء) نیز کلنٹن کی بیٹی چیلسیا کا شوہر بھی پکا یہودی ہے! ٹرمپ نے اپنے انٹرویو میں خوشی سے چہکتے ہوئے بتایا کہ یہ دونوں اپنے بچوں کو عین یہودیت کے مطابق تربیت دے رہے ہیں۔ جبکہ بنیاد پرست باعمل مسلمان تو انتہا پسند، دہشت گرد ہوا کرتا ہے۔ پکڑ کر عقوبت خانوں میں ٹھونسا اور پولیس مقابلوں میں مارا جاتا ہے؟

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں تھی!

سعودی عرب میں آنے والی روح فرسا تبدیلیاں دنیا بھر کے باشعور مسلمانوں کے لیے باعثِ تشویش ہیں۔ کرپشن کے پردے میں امریکہ اسرائیل کی خوشنودی کے اقدامات ہو رہے ہیں۔ اہداف میں سے ایک خیراتی سماجی فلاح و بہبود کے اداروں پر کریک ڈاؤن ہے۔ نائن الیون سے آج تک پوری مسلم دنیا میں انفاق فی سبیل اللہ کفر کا ہدف رہا۔ ہر مسلم ملک میں خیراتی اداروں کو بند کیا گیا۔ این جی اوز اور مشنری اداروں کو فنڈ کیا گیا۔ صدقات، خیرات، زکوٰۃ، قربانی کی کھالوں تک سے مظلوم مسلمانوں کو محروم کیا۔ مساجد و مدارس کی مدد، خدمت اسلام و علم کا ناطقہ بند کرنے کے تمام اہتمام ہوئے۔ قانون سازیاں کی گئیں۔ مخیّر حضرات کو اب سعودی عرب میں بھی حراست میں لے کر ایسے ادارے بند کر دیے گئے ہیں۔ مغربی تھنک ٹینکوں سے ابلتا حاسدانہ لاوا فکر و نظر کے ان تمام سرچشموں پر انڈ رہا ہے جس سے مسلمان یا اسلام مضبوط ہوں۔

اسی پر بس نہیں۔ ولی عہد کی پالیسی میں قہر و جبر بھرنے کو بدنام سابق مصری سکیورٹی چیف جو مصری انقلابیوں کا قصاب جانا جاتا تھا، موجود ہے۔ حبیب العدلی نے عرب بہار کے نوجوانوں پر تشدد، لاپتگی کا روگ مسلط کیا تھا۔ (ہمارے ہاں یہ المناک مظاہر مصر ہی کی تربیت کا نتیجہ ہیں۔ مشرف دور میں اہلکار مصر بھیج کر تربیت دلوائے گئے تھے)۔ پکڑے جانے والے 17 افراد کو رسوائے زمانہ بلیک واٹر کے ہاتھوں الٹا لٹکانے اور تشدد کے نتیجے میں طبی امداد کی ضرورت پیش آ چکی ہے۔ (عرب و برطانوی میڈیا رپورٹ) اصلاً تو شہزادے نچوڑ کر ریال برآمد کیے جانے مقصود ہیں۔ سو یہ سب اسی لیے ہے۔ تاہم اسی رپورٹ کا چشم کشا حصہ ٹرمپ کے یہودی داماد جارڈ کشنر کا ولی عہد شہزادے سے خصوصی تعلق کا تذکرہ ہے۔ دونوں کے درمیان گہری ہم آہنگی اور مضبوط رشتہ بن چکا ہے۔ دونوں کے مابین گفت و شنید سے امریکی افسران بھی

داعیٔ رجوع الی القرآن بانیٔ تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
عوامی ایڈیشن
اب نئے اور منفرد گیٹ اَپ اور دلکش ٹائٹل کے ساتھ
○ کتابی سائز میں ○ مضبوط پیپر بیک بائنڈنگ
ان شاء اللہ العزیز، تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر
ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔
یہ سیٹ ’’کم قیمت بالا نشیں‘‘ کا منہ بولتا ثبوت ہوگا!
6 حصوں پر مشتمل
مکمل سیٹ کی قیمت صرف -/1800 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ!!
آن لائن کورس
کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟
نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
تو
صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ
’’مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب‘‘ پر مبنی
’’قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس‘‘ سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر
الحمد للہ!
اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے
برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501(92-42) E-mail:distancelearning@tanzeem.org

لاعلم رہتے رہے۔ سعودی عرب کا سال کا تیسرا دورہ (غیر اعلانیہ) کشنر نے اکتوبر میں کیا، جہاں وہ رات گئے تک ولی عہد سے محو گفتگو رہا۔ گرفتاریوں کی لہر اس کے بعد اٹھی، جسے ٹرمپ نے خوب سراہا! (نیویارک ٹائمز۔ 14 نومبر)

سعودی عرب میں امریکی مشیروں کے ساتھ مل کر نصابی تبدیلیاں (حرمین شریفین کی نوخیز نسلوں کے لیے!) بھی ہونے کو ہیں۔ اللہ فضل خاص فرمائے کہ انتہا پسندی، وہابیت کے خاتمے اور اسلام کو جدید شکل دینے کے لیے حدیث نبوی ﷺ پر بھی کام ہونے چلا ہے نیا ادارہ قائم کر کے۔ امریکہ، یورپ، اسرائیل اور بھارت کے اخبارات شہ سرخیاں لگا رہے ہیں۔ (خوشی سے جشن فتح منائیں تو کم ہے! علمائے کرام کی توجہ اور سجدے مطلوب ہیں) مت بھولیے کہ یہ گریٹر اسرائیل کے ایجنڈے کے حصے ہیں جو نہایت تیز رفتاری سے اب آگے بڑھ رہے ہیں۔ 2001ء سے شروع ہونے والی عالمی جنگ بنام دہشت گردی اپنے اصل اہداف تک پہنچ رہی ہے۔ گریٹر اسرائیل کے عزائم میں دریائے نیل، دجلہ، فرات، شام نیز جزیرہ نمائے عرب، اسلام کے مراکز شامل ہیں۔ بالخصوص وہ جہاں اب ولی عہد نیا آزاد خیال لبرل ماڈریٹ شہر آباد کرنے چلے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کا موجودہ منظر نامہ ان عزائم کی عکاسی کرتا ہے۔ 1967ء کی جنگ میں اسرائیل کے مصر، اردن، شام کے علاقوں پر قبضے کے بعد فتح کے نشے میں جنرل موشے دایان نے بی بی سی پر بڑھک لگائی: اسرائیل پاکستان تک پوری مسلم دنیا پر پیش قدمی کر سکتا ہے۔ پاکستان کی نظریاتی شناخت اسرائیل کو چبھتی رہی تا آنکہ مشرف نے نظریاتی خطرہ دور کر دیا۔ جبھی تو اسرائیلی وزیر اعظم مشرف کو دعا دیتا رہا۔

پاکستان میں انتشار اور عدم استحکام کفر کا ایجنڈا ہے۔ دھرنا ختم ہوگیا۔ جنرل صاحب (ڈی جی رینجرز) کے ساتھ مظاہرین خوش خوش سیلفیاں بنواتے ہزار ہزار روپے کا تحفہ وصول کر کے گھر لوٹ گئے۔ عمران خان اور طاہر القادری کے دھرنا دار بھی آ کر اپنے اپنے کلیم داخل کروائیں۔ افراتفری کے 22 دن، 35 ارب کا معاشی خسارہ، 7 قیمتی جانوں کا اتلاف ہوا اور لاتعداد زخمی۔ ختم نبوت جیسے حد درجہ حساس اور باعظمت ایشو کو چوراہوں میں لا کھڑا کرنا، نفرت آمیز گفتگوؤں اور سیاست کاری سے آلودہ اور متنازع بنا دینا اذیت ناک ہے۔ عوام کے میڈیا زدہ کمزور ایمان کو آزما کر اسلام سے ضد اور چڑ پیدا کرنا ہی دشمن کا ہدف ہے۔ محتاط رہیں۔ الحذر...... الحذر!

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا معیار

مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

آپ ﷺ کا تذکرہ باعث سعادت

12 ربیع الاوّل ہمارے معاشرے میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جب ربیع الاوّل کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہ ربیع الاوّل کے ساتھ بلکہ صرف 12 ربیع الاوّل کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ 12 ربیع الاوّل کو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اس لیے آپ کا یوم ولادت منایا جائے گا اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے اور جس ذات اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جا رہا ہے، خود اس ذات اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ

اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا، تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ عظیم، اس سے زیادہ پُرمسرت، اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا، انسانیت کو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا نور ملا، آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں، یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا اور اگر اسلام میں سے کسی کے یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دوعالم ﷺ کے یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کا جشن منایا جائے اور اس کو عید قرار دیا جائے، لیکن نبوت کے بعد آپ 23 سال اس دنیا میں تشریف فرما رہے اور ہر سال ربیع الاوّل کا مہینہ آتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے 12 ربیع الاوّل کو یوم پیدائش نہیں منایا، بلکہ آپ کے کسی صحابی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں گزرا کہ چونکہ 12 ربیع الاوّل کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لیے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہیے۔

12 ربیع الاوّل اور صحابہ کرامؓ

اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرامؓ کو اس دنیا میں چھوڑ گئے، وہ صحابہ کرامؓ ایسے تھے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی ایک سانس کے بدلے اپنی پوری جان نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے۔ آپؐ کے جاں نثار، آپؐ پر فدا کار، آپؐ کے عاشق زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو، یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو، یا کوئی چراغاں کیا ہو، یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اس لیے کہ اسلام کوئی رسموں کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہل مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسوم ادا کرنے کا نام دین ہے۔ جب وہ رسمیں ادا کر لیں تو بس پھر چھٹی ہوگئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور سرکار دوعالم ﷺ کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

آپ کا مقصد بعثت کیا تھا؟

صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ نہ جلوس ہے، نہ جلسہ ہے، نہ چراغاں ہے، نہ جھنڈی ہے اور نہ سجاوٹ ہے۔ لیکن ایک چیز ہے۔ وہ یہ کہ سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ زندگیوں میں رچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر دن سیرت طیبہ کا دن ہے۔ ان کا ہر لمحہ سیرت طیبہ کا لمحہ ہے۔ ان کا ہر کام سیرت طیبہ کا کام ہے، کوئی کام ایسا نہیں تھا جو سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ سے خالی ہو۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکار دوعالم ﷺ اس لیے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ اپنا دن منوائیں اور اپنی تعریفیں کرائیں۔ اپنی شان میں قصیدے پڑھوائیں، خدا نہ کرے اگر یہ مقصود ہوتا تو جس وقت کفار مکہ نے آپ کو یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر آپ مال و دولت کے طلب گار ہیں تو مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لانے کے لیے تیار ہیں، اگر آپ حسن و جمال کے طلب گار ہیں تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں نذر کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنی تعلیمات کو چھوڑ دیں اور یہ دعوت کا کام چھوڑ دیں۔ اگر آپ ﷺ کو یہ چیزیں مطلوب ہوتیں تو آپ ان کی اس پیشکش کو قبول کر لیتے۔ سرداری بھی ملتی، روپیہ پیسہ بھی مل جاتا اور دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو جاتیں۔ لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور ایک ہاتھ میں ماہتاب بھی لا کر رکھ دو گے، تب بھی میں اپنی تعلیمات سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ کیا آپ دنیا میں اس لیے تشریف لائے تھے کہ لوگ میرے نام پر عید میلاد النبی منائیں؟ بلکہ آپ کے آنے کا منشا وہ ہے جو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (21)﴾ (الاحزاب)

"یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو تمہارے پاس بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم ان کی نقل اتارو اور اس شخص کے لیے بھیجا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔" ❁❁❁

ضرورت ہے

قرآن اکیڈمی فیصل آباد کو اپنے شعبہ حفظ کے لیے استاد کی ضرورت ہے۔ امیدوار کے رفیق تنظیم ہونے اور تحفیظ میں تجربے کو ترجیح دی جائے گی۔

امیدوار کا شادی شدہ ہونا شرط ہے۔ اپنی تفصیلات ایک تصویر کے ہمراہ نیچے دیے گئے ای میل ایڈریس پر بھیجیں۔

انجینئر فیضان حسن، ناظم تعلیم، قرآن اکیڈمی، فیصل آباد

engineer faizan@live.com

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

- ☆ ملتان کینٹ کے مبتدی رفیق محمد اجمل وفات پا گئے
- ☆ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق فیصل ظہیر کی والدہ وفات پا گئیں
- ☆ امیر تنظیم اسلامی گوجر خان فاروق حسین کی والدہ وفات پا گئیں۔ رابطہ: 0321-9506204
- ☆ ٹاؤن شپ، لاہور کے مقامی امیر ڈاکٹر امتیاز اکرم کے والد وفات پا گئے۔ رابطہ: 0300-8415596

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

جھوٹ

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

کذب اور تکذیب دو لفظ آپ نے یقیناً سنے ہوں گے، کذب کا معنی ہے جھوٹ بولنا اور تکذیب کا معنی ہے دوسرے کو جھٹلانا اور اسے جھوٹا قرار دینا، قرآن کریم میں کذب کے مقابلہ میں تکذیب کا لفظ زیادہ استعمال ہوا ہے، کافر اور مشرک انبیاء کی اور آیات الٰہیہ کی تکذیب کرتے تھے، قرآن کریم میں اس کا کثرت سے ذکر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا ﷺ تک کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی کسی نہ کسی نے تکذیب نہ کی ہو۔

جھوٹ بدترین جرم اور گناہِ کبیرہ ہے، یہ جماعتوں اور افراد کو ہلاکت اور بربادی کے گڑھے تک پہنچا دیتا ہے۔ جھوٹا شخص بتدریج دوزخ تک پہنچ جاتا ہے۔ اپنوں اور غیروں کی نظر میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی، اس پر کوئی بھی اعتبار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ جھوٹے کے چہرے پر نحوست چھا جاتی ہے جس کی وجہ سے صاحب بصیرت انسان دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے کہ یہ جھوٹے کا چہرہ ہے، جبکہ سچے انسان کے چہرے پر ایک خاص قسم کی رونق اور نور ہوتا ہے۔

یہودیوں کے بہت بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضر ہوئے اور چہرۂ انور پر نظر ڈالی تو دیکھتے ہی ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا چنانچہ انہوں نے فوراً ایمان قبول کر لیا۔

اگر ہم کتاب وسنت کی ان نصوص پر نظر رکھیں جن میں جھوٹ بولنے والے کی مذمت کی گئی ہے تو ہمارے لیے جھوٹ سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا کافروں، یہودیوں اور منافقوں کا شیوہ تھا۔ کتنی بری بات ہے کہ مسلمان ایسی صفت اختیار کرے جو لعنتی لوگوں کی پہچان ہے۔ کافروں نے اللہ کے نبیوں کو (معاذ اللہ!) جھوٹا قرار دیا حالانکہ انہیں جھوٹا قرار دینے میں وہ خود جھوٹے تھے۔

یہود کا دعویٰ تھا کہ ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ ہم صرف اس کتاب پر ایمان رکھیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے حالانکہ ان کا یہ دعویٰ خلافِ واقعہ تھا، منافق زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتے تھے لیکن اس اقرار میں وہ سو فیصد جھوٹے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں جھوٹ بولنے کی مذمت اور جھوٹ چھوڑنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے چند ایک کا مطالعہ آپ بھی فرمالیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے اندر چار صفات پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک صفت پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت پائی گئی جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے، منافق کی خصلتیں یہ ہیں:

☆ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

☆ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

☆ جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

☆ اور جب جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت کے قریب گھر کی ضمانت دیتا ہوں اس شخص کے لیے جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرے اور جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں اس شخص کے لیے جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور جنت کے اعلیٰ درجے میں محل کی ضمانت دیتا ہوں اس شخص کے لیے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔'' (ابوداؤد)

☆ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی حدیث کے آخر میں ہے: ''اگر بائع اور مشتری عیب چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی تجارت میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔'' (بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (وہ تین بدنصیب یہ ہیں) بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔'' (مسلم)

☆ بعض ایسے لاپرواہ اور جھوٹے بھی ہوتے ہیں جو اور تو اور خود نبی کریم ﷺ پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے، ایسوں کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر جھوٹ بولنا دوسروں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔'' (بخاری)

قابل احترام قارئین وقاریات! ایک طرف ان احادیث کا مطالعہ کیجئے اور دوسری طرف اپنی انفرادی اور معاشرتی زندگی کا جائزہ لیجئے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹ کی فضا میں زندگی بسر کر رہے ہیں، سیاست سے تجارت تک، عدلیہ سے انتظامیہ تک، تعلیمی اداروں سے سرکاری دفاتر تک، محلات سے جھونپڑوں تک، دکانوں سے فیکٹریوں اور کارخانوں تک۔ کہاں کہاں جھوٹ نہیں بولا جا رہا، شاید اسی لیے ہم اللہ تعالیٰ کی لعنت کی زد میں ہیں، نہ گھروں میں سکون ہے، نہ رزق میں برکت ہے، نہ دلوں میں ایمان کا نور ہے، نہ عالمی سطح پر ہماری عزت ہے، جھوٹ بول بول کر ہم نے اپنا اعتماد اور وقار کھو دیا ہے، ہر جگہ ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

ایک وقت تھا جب مسلمان کے بارے میں خیال یہ تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ آج تصور یہ ہے کہ وہ سچ نہیں بولتا۔ چنانچہ ہماری مصنوعات، مشروبات، ملبوسات اور دوائیوں وغیرہ پر خود ہمارے اپنے ہم مذہب بھی اعتماد نہیں کرتے جبکہ اغیار کی مصنوعات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم جھوٹ سے توبہ کر لیں اور سچ بولنے کی عادت ڈالیں۔ ☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ سیالکوٹ کی رہائشی آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم کام، کالج ٹیچر کے لیے تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات اور مسلک کی کوئی پابندی نہیں، ترجیحاً سیالکوٹ اور نزدیکی شہر۔

برائے رابطہ: 0323-1612165

☆ آرائیں فیملی کو اپنی خوبصورت اور خوب سیرت بیٹی، تحریر وتقریر کی صلاحیت سے متصف، عمر 23 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن، ڈپلومہ تعلیم القرآن، کے لیے اقامت دین کی جدوجہد کے جذبے کے حامل، دیندار اور برسرروزگار نوجوان جو رسم ورواج کے بغیر نکاح کا ارادہ رکھتے ہوں، والدین کے ذریعے رابطہ کریں: 0321-6606707

فریضہ اُمت: انسانیت کی بھلائی، اور علماءِ کرام کا کردار

نذیر یٰسین

’’تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی بھلائی کے لیے نکالا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔‘‘

سورہ آلِ عمران کی آیت 110 کے اس ٹکڑے میں اُمت کا مقصد یا فریضہ، انسانیت کی بھلائی قرار دیا گیا ہے۔یہ بھلائی دو قسم کی ہے۔دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی۔اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے کہ لوگ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔اس بھلائی کی طرف ہم دعوت تبلیغ اور وعظ ونصیحت کے ذریعے بلاتے ہیں۔دنیا کی بھلائی سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کیا جائے جس میں امن وامان ہو اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ ہو۔دنیا میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے نتیجے میں نہ صرف دین اسلام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ لوگوں کی اُخروی بھلائی کے لیے وسیع مواقع وامکانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔دنیا کے سامنے نہ صرف اسلامی نظام کا عملی نمونہ آجاتا ہے بلکہ خیر کے پھیلاؤ اور شر کی روک تھام کے لیے قوت واختیار بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

انسانیت کی انہی دو بھلائیوں کے لیے محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا جیسا کہ سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات میں فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۝

انذار سے مراد انذارِ آخرت ہے جس کا مقصد انسان کی آخروی فلاح ہے، جبکہ تکبیر رب سے مراد دنیا میں اللہ کی بڑائی یعنی دین اللہ کا عملی نفاذ و غلبہ ہے۔نبی کریم ﷺ کے اس مشن کو سورہ توبہ، سورہ فتح اور سورۃ الصف میں ﴿ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ﴾ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

انسانیت کی اُخروی بھلائی کا معاملہ ہو یا دنیاوی کا، اس کے لیے کی جانے والی جدوجہد کا جامع عنوان جہاد فی سبیل اللہ ہے۔جہاد بالسیف، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان۔یہ تینوں جہاد کی معروف اقسام ہیں۔سب کا مقصد انسانیت کی بھلائی ہے۔یہ کارِ خیر کوئی شخص اکیلا نہیں کر سکتا بلکہ یہ مل جل کر کرنے کا کام ہے اور علماءِ کرام پر اس حوالے سے خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔جب اُمت باہم متحد ہو کر یہ فریضہ سرانجام دے گی تو ہی اس کے حقیقی نتائج وثمرات برآمد ہوں گے۔بصورت دیگر اس اُمت کا وہی حال ہوگا جو اس وقت ہو رہا ہے۔اُمت اس حال کو اس لیے پہنچی کہ وہ کافروں سے جہاد کی بجائے باہم قتل و غارتگری میں اُلجھ گئی۔اس فساد باہمی کی وجوہات میں سے ایک، ہمارا ایک دوسرے کے ایمان پر شکوک وشبہات میں مبتلا ہونا اور بے جا فتوے بازی ہے۔دوسری بڑی وجہ صرف خود کو ہی حق وہدایت پر سمجھنا جبکہ باقی سب کے حوالے سے سوئے ظن رکھنا ہے۔تیسری بڑی وجہ منبر ومحراب سے اُمت کی اخلاقی تربیت کے حوالے سے ہونے والی کوتاہی ہے۔اسلام میں جھوٹ، کرپشن اور بدشگنی کی شدید مذمت وحرمت بیان کی گئی ہے۔مگر علماء اس حوالے سے شاذ ونادر ہی گفتگو کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم پر جھوٹے، کرپٹ، عہد شکن وحلف شکن حکمران مسلط ہو چکے ہیں۔حضراتِ علماءِ کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے خطابات میں اختلافی باتوں سے پرہیز کیا کریں اور اُمت کی اخلاقی تربیت پر اپنی پوری توجہ مرکوز کریں۔بالخصوص مذکورہ بالا برائیوں کے متعلق قرآنی آیات و احادیث کو معاشرے میں عام کیا جائے۔جزاکم اللہ خیر

☆☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ’’قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی‘‘ میں

16 تا 22 دسمبر 2017ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ 12:00 بجے)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-2789591 / 021-34816580

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

Trump Administration threatens Palestinians

US foreign policy favors pressure, bullying and threats over diplomacy – color revolutions and wars launched when other tactics fail.

The Trump administration delivered a double-edged warning to Palestinians – begin no-peace/peace talks with Israel on its terms, and forget about calling on the International Criminal Court to investigate and prosecute its high crimes.

Otherwise face closure of the PLO's Washington office and other unspecified harsh actions, likely regime change like Yasser Arafat was disposed of – poisoned to death by Israel. Under the 2016 Consolidated Appropriation Act, the PLO may not subject "Israeli nationals to an investigation for alleged crimes against Palestinians." There's nothing "alleged" about them, including ruthless persecution, land and resource theft, ethnic cleansing, targeted assassinations, and wars at Israel's discretion, among others.

Washington continues pressuring Palestinians to begin futile peace talks, failing each time initiated, the greatest longstanding hoax in modern times, dead-on-arrival every time for over 40 years, zero chance of succeeding now. Israel rejects peace, ending occupation and settlement expansions, Palestinian self-determination, borders, diaspora Palestinians' right of return, borders, air, water and resource rights, as well as East Jerusalem as Palestine's exclusive capital.

Oslo left these and other major issues unresolved for later final status talks. Palestinians are still waiting for unattainable justice. Israeli sincerity for peace never existed. The so-called peace process is a duplicitous fiction. Former Prime Minister Yitzhak Shamir once said he wanted talks dragged out forever so settlements could continue expanding on Palestinian land.

Netanyahu once called talks "a waste of time." They began in the mid-1970s, little more than a duplicitous slogan from then to now, stalling for time, letting Israel steal all valued Judea and Samaria land it wants – ahead of annexing it.

Haaretz quoted an unidentified State Department official, saying "(w)e not cutting off relations with the PLO, nor do we intend to stop working with the Palestinian Authority." "Our relations with the PLO and PA extend well beyond contacts with the PLO office in Washington." "We remain focused on a comprehensive peace agreement between the Israelis and the Palestinians that will resolve core issues between the parties."

"This measure should in no way be seen as a signal that the US is backing off those efforts. Nor should it be exploited by those who seek to act as spoilers to distract from the imperative of reaching a peace agreement." The only deal acceptable to Washington and Israel is unconditional Palestinian surrender to their demands.

Recently, Jerusalem affairs minister Ze'ev Elkin spoke for majority regime Ziofascists, saying "(t)here is no" two-state option. The state of Israel…will be one state." That's how it's always been since the Nakba, Palestinians tolerated as long as they're subservient to Israeli demands. Ethnic cleansing continues, removing them from all land Israel wants exclusively for Jews.

Washington affords Israel one-sided support, partners in its wars, and opposes Palestinian liberation. Claims otherwise are duplicitous Big Lies.

<u>Source</u>: *CounterPunch*

Vol: 26 Regd. No. C.P.L NO.114 No.46

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore